SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, February 23, 2004

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at forty minutes past five in the evening with Mr. Chairman (Mr. Mohammedmian Soomro) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملٓئکۃ الا تخا فوا ولاتحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ نحن اولیٰؤ کُم فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون۔ ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ وعمل صالحاً وقال اننی من المسلمین۔

ترجمہ:۔ جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ اس پر قائم رہے۔ ان پر فرشتے اتریں گے اور کہیں گے کہ نہ خوف کرو اور نہ غم ناک

ہو اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے خوشی مناؤ۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی تمہارے رفیق ہیں اور وہاں جس نعمت کو تمہارا جی چاہے گا، تم کو ملے گی اور جو چیز طلب کرو گے تمہارے لئے موجود ہو گی۔ یہ بخشنے والے مہربان کی طرف سے مہمانی ہے اور اس شخص سے بات کا اچھا اور کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور عمل نیک کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں۔

سورۃ حم السجدہ (آیات ۳۰ تا ۳۳)

Mr. Chairman: Mr. Sanaullah Baloch Sahib, Keep it brief.

PRIVILEGE MOTION; RE: KEEPING THE SENATORS OUT OF THEIR DOMAIN i.e. THE PARLIAMENTARY LODGES.

جناب ثناء اللہ بلوچ: مہربانی، شکریہ جناب چیئرمین - I just want to move my Privilege Motion ہمارے سینیٹر صاحبان ہیں جس میں محترم اسفند یار ولی صاحب ہیں، رضا محمد رضا صاحب ہیں، سعدیہ عباسی صاحبہ ہیں، محمد اکبر خواجہ صاحب ہیں، محترم ساجد میر صاحب ہیں۔

جناب والا! میں آپ کی توجہ اس تحریک کی جانب دلانا چاہوں گا۔ جناب والا! کل 22 فروری 2004ء کو یہاں پارلیمنٹ لاجز میں ہم اراکین سینیٹ، اراکین قومی اسمبلی جو مختلف سیاسی جماعتوں سے تعلق رکھتے ہیں، نے Legal Frame Work Order ' 17th Amendment اور پاکستان کے اندر Federalism کی جو بھی صورت حال ہے یا اس کے مستقبل کے لائحہ عمل سے متعلق ایک انتہائی سنجیدہ، مہذب سیاسی بحث کے لئے ایک gathering کے لئے ایک سیمینار کا انعقاد کیا۔ اس سلسلے میں ہم نے Speaker National Assembly کو Secretary National Assembly کو اس کے نوٹس بھی دیئے جس کے بعد انہوں نے ہمیں اس کی باقاعدہ طور پر اجازت بھی دی اور ہم نے پریس کے ذریعے سے اور دیگر ذرائع سے، کارڈ کے ذرائع سے پورے لوگوں کو مطلع کیا تھا۔ یہ کوئی خفیہ بات نہیں تھی۔ تمام لوگوں کو اس سلسلے میں inform کیا۔ لیکن بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس ملک کے اندر اس طرح پارلیمنٹ کو

subvert کیا جا رہا ہے، Constitution کو subvert کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح بیچارے Parliamentarians کی حیثیت بھی پاکستان کے آئین کے تحت ایک عام شہری کی سی نہیں رہی بلکہ ان کو دوسرے اور تیسرے درجے کے شہری کی حیثیت سے treat کیا جاتا ہے۔

اسلام آباد کے اندر ایک Additional Deputy Commissioner یا ایک A.C جو ایک 17 یا 16 گریڈ کے اختیارات رکھتا ہے وہ اپنی مرضی اور منشا کے مطابق اٹھ کر کسی بھی سینیٹر کو 20 گھنٹے کے لئے حبس بے جا میں رکھ سکتا ہے اور بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے جناب والا! کہ رضا محمد رضا، سابقہ سینیٹر عبدالرحیم مندوخیل اور ہمارے ایک ایم این اے عبدالرؤف مینگل کو رات بارہ بجے سے لے کر جناب والا! صبح گیارہ بجے تک، جو Parliament Lodges میں Parliamentarians کے لئے ہال بنا ہے وہاں پر ان کو بغیر کسی اطلاع کے چاروں طرف سے lock کر دیا گیا۔

جناب والا! خفیہ ادارے کے اہلکار، پولیس انتظامیہ، اور خدا جانے کتنے اداروں پر مشتمل لوگ اس ایک مہذب اور سنجیدہ Seminar کو ناکام بنانے کے لئے اکٹھے ہو گئے بلکہ پورا اسلام آباد آگ بگولا ہو گیا۔ جناب والا! اسلام آباد کی پوری Establishment کو پتا نہیں کیا پریشانی لاحق ہو گئی تھی کہ انہوں نے نہ صرف یہ کیا بلکہ جناب والا! صبح چھ بجے انہوں نے دونوں incoming اور outgoing entries کے گیٹ lock کر دیئے اور کسی بھی شخص کو اندر آنے اور باہر جانے کی اجازت نہیں دی گئی جس میں کافی لوگوں کو پریشانی ہوئی۔ جس میں محترم سینیٹر اعظم سواتی صاحب کا میں آنکھوں دیکھا گواہ ہوں کہ انہیں ایک گھنٹے تک entrance gate پر نہ آگے جانے کی اجازت دی گئی، نہ پیچھے جانے کی اجازت دی گئی تا وقتیکہ میں نے Additional Deputy Commissioner کے منہ سے لفظ بھی سنے کہ اس کو گاڑی سے بھی اترنے کی اجازت نہ دی جائے اور جناب والا! وہ اپنی روداد شاید خود یہاں پر بیان کریں یا پھر کسی بھی طریقے سے ریکارڈ کروائیں لیکن کہنے کی بات یہ ہے کہ جناب والا! ان اراکین نے، ان اہلکاروں نے، اسلام آباد کے اختیار کاروں نے وہ گیٹ بند کر دیئے جس کے باہر Human Rights Commission کے چیئرمین طاہر محمد خان صاحب، Pakistan Supreme Bar Council کے صدر طارق محمود صاحب، سابقہ وزیر اعلیٰ ممتاز علی بھٹو، سابقہ وزیر اعلیٰ بلوچستان اختر

مینگل، دو دفعہ بلوچستان کے وزیر اعلیٰ رہنے والے سردار عطاء اللہ مینگل یہ سب لوگ تین گھنٹے تک جناب والا! باہر کڑی دھوپ میں کھڑے رہے، نہ ان کو اندر جانے کی اجازت دی، نہ ان کو باہر جانے کی اجازت دی گئی۔

جناب والا! اس کے بعد آج ہمیں یہ اطلاع ملی، بلکہ ہم نے اس کو confirm بھی کر لیا کہ تھانہ Secretariat میں آپ کی اطلاع کے بغیر، آپ کی premises کے لوگوں کے خلاف، آپ کے اس ہاؤس کے خلاف، اس مقدس ایوان کے ممبروں کے خلاف، چھ ممبروں کے خلاف تھانہ Secretariat میں FIR NO.33 درج کر دی گئی ہے جس میں محترم اسفند یار ولی صاحب، محترم ساجد میر صاحب، محترمہ سعدیہ عباسی صاحبہ، رضا محمد رضا بشمول میرے، ہمارے خلاف 188/186 کے تحت جناب والا! مقدمہ درج کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے 16 ایم پی او کے تحت ہمارے خلاف FIR درج کی ہے کہ جی ہم نے public order کو maintain نہیں کیا اور اس کو خراب کیا جس کو ہمیں maintain کرنا چاہئے تھا۔ یہ آئین بار بار میرے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ ہر اجلاس میں میں اس کو لہرا کے اس کی مثال اس لئے دیتا ہوں کہ جو لوگ اپنے table پر رکھے ہوئے آئین سے واقف نہیں، کم از کم وہ اس کے اندر جو articles ہیں انہیں تو دیکھ لیں۔ جناب والا! ایک article کی ہی خلاف ورزی نہیں بلکہ ان کے اس اقدام سے کہ انہوں نے حبس بے جا میں رکھنے ------

محترمہ گلشن سعید: جناب چیئرمین! یہ آئین کی بات کرتے ہیں، ہمیں آئین دکھا رہے ہیں کیا ایک سینیٹر کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ پاکستان توڑنے کی باتیں کریں۔ اس بارے میں سارے اخبارات بھرے ہوئے ہیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب والا! محترمہ کو کم از کم یہ تو بتا دیں کہ پاکستان صرف ان کی ملکیت نہیں ہے۔ اس پاکستان میں ۴۳ فی صد جغرافیہ ہمارا بھی شامل ہے۔ پاکستان کی سالمیت کا ٹھیکہ صرف آپ نے نہیں اٹھا رکھا۔ ہم سب پاکستان کے شہری ہیں۔ ہم آئین کے تحت اس میں زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ کی خواہش اور منشا کے مطابق ہم اس ملک میں نہیں رہ رہے۔

جناب چیئرمین: گلشن سعید صاحبہ، آپ بیٹھیں، ان کو بات کر لینے دیں پھر آپ کو

بھی موقع ملے گا۔ بلوچ صاحب Interior Minister Sahib بھی آ گئے ہیں۔ Chamber میں جیسے آپ سے discuss ہوا تھا now he will make a statement آپ اپنا point بتائیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب والا! میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اجتماع کی آزادی کے لئے اس آئین میں Article 16 درج ہے۔ جس کے تحت اس ملک میں کسی بھی قسم کے اجتماع پر پابندی عائد نہیں کی جا سکتی۔ اسی طرح Constitution's Article 19 جس میں تحریر وتقریر کی آزادی دی گئی ہے۔ جناب والا! اسی طرح کسی بھی شخص کو آپ گرفتار یا نظر بند نہیں کر سکتے۔ یہ بات آئین میں درج ہے۔ میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ ۱۷ گریڈ کا ایک معمولی سا آفیسر اٹھ کر Constitution کو اس طرح violate کرتا ہے----

جناب چیئرمین: آپ اپنا point پورا کریں Interior Minister Sahib بھی آئے ہیں وہ اس پر statement دیں گے اور اسی طرح agree ہوا تھا then we will move on to other business of the House.

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب! منسٹر صاحب اپنی statement دیں گے۔ میں صرف آپ سے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ اگر اس ملک میں قانون پر، آئین پر اور وفاقیت پر بات کرنا جرم ہے تو جناب والا! میں اس ایوان کے توسط سے یہ گزارش کروں گا کہ کم از کم ان لوگوں کی جو اس طرح کی غلطیاں کرتے ہیں، جو آئین اور قانون کی بات کرتے ہیں، جو ملک میں ایک حقیقی وفاقیت کی طرف لے جانے کی بات کرتے ہیں-------- میں یہ کہوں گا پھر یہ حکمران یہ بھی طے کرلیں کہ اس ملک میں شہریت کس کو دینی چاہیے؟ جو خوشامدی بنیں یا------

جناب چیئرمین: آپ اپنی بات بتائیں جس پر chamber میں discuss ہوا تھا آپ اس motion پر آئیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: پاکستان کے انتہائی مہذب پچیس سابقہ وزراء اعلیٰ، سابقہ وفاقی وزراء اور اراکین سینیٹ کے خلاف انہوں نے FIR درج کی ہے۔ ہمیں جس ذہنی اذیت سے دو چار ہوتا پڑا ہے----

جناب چیئرمین: اچھا بلوچ صاحب آپ تشریف رکھیں Interior Minister اس پر

اپنے comments دیں گے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ، شکریہ جناب۔

Mr. Chairman: Would the Interior Minister like to make a statement on this?

Makhdoom Syed Faisal Saleh Hayat: Mr. Chairman, I fail to understand the privilege which has been breached of the honourable member. I am sorry I was a little bit late in coming to this House. I would not want to go into the details of what happened yesterday or transpired. It is very unfortunate.

جناب پہلے تو میں

to set the record straight let me state that the Parliament lodges are the domain of the Speaker, National Assembly. He is the custodian and guardian of the Parliament lodges. The Islamabad administration or any Government's institution do not have anything to do with regulating the affairs of these Parliament Lodges. The Parliament Lodges are meant for providing accommodation to the honourable members of the Senate and the National Assembly. There can be no other activity which can be held or which can be entertained within the precincts of Parliament Lodges.

(Interruption)

مخدوم سید فیصل صالح حیات: مجھے بات کرنے دیں۔ آپ خاموش رہیں، مجھے پہلے بات کرنے دیں۔

Without the expressed permission of the Speaker of the National Assembly, I am giving you the details of the regulations which govern

the Parliamentary Lodges. I will not go into the details once again Mr. Chairman, let me say, what happened yesterday. If I go, my head is ashamed. The photograph under which you are sitting, the slanderous remarks were made against the father of the Nation in yesterday's happening. I have no words to express my grief, my sadness on the tragedy which has been fallen on the Nation yesterday but despite that sir, no breach of privilege has been committed against any honourable member of this House. Let me be very plain, very candid about that. There has been no breach of privilege. If they had assembled, if there was an assembly outside the Parliament Lodges, that was certainly a violation of the Law. You cannot hold an assembly just on the road side. You have to have certain permissions for that. If anyone is willing to tell me today, if they had these permissions from the Administration. I will certainly go into the merits of the case but despite that, sir, I can assure the House and I can assure you, Mr. Chairman, that we have the utmost of respect for the honourable Members of the Upper House as well as the Lower House and if, at all, any breach of privilege committed, I am willing to look into that and I leave the decision to you of what ever course of action, you may deem fit and appropriate to adopt in view of that. This is all I can say at this point and time. Thank you, sir.

Mr. Chairman: I think, point of order has been made.

I will give my judgement on this. Let us ایک statement دی گئی ' وزیر نے بولا ' continue with the business of the House. Whenever you are speaking.....

جناب آپ کا نمبر جب آئے گا speech کا، اس وقت آپ بات کر لیجیئے گا۔ انہوں نے بتایا ہے کہ he will look into the matter and he will come back. رضا صاحب آپ تشریف رکھیئے۔ آپ کا یہ معاملہ بھی اسی کمیٹی کو refer کر دیں گے۔ سواتی صاحب آپ کا بھی motion ان کو refer کر دیں گے۔ رضا صاحب آپ تشریف رکھیئے۔

جناب محمد اعظم خان سواتی: جناب چیئرمین! اس سے پہلے کہ میں یہ Privilege Motion move کروں، میں آپ سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں ایک واقعہ بیان کروں جو اس سے بڑا pertinent ہے۔

Mr. Chairman: keep it very brief because I have an idea اور Motion بھی آیا ہے تو اس سارے کو اکٹھا کر کے دیکھ لیں گے۔ It is related to this incident but be very brief please.

جناب محمد اعظم خان سواتی: جناب چیئرمین! یہ واقعہ مجھے میرے بہت ہی قریبی پنجاب میں رہنے والے ایک دوست نے بتایا کہ رنجیت سنگھ کی بادشاہت تھی، ایک شخص بے روزگار تھا، وہ رنجیت سنگھ کے پاس چلا گیا کہ جی مجھے روزگار چاہیے تو اس نے کہا کہ اتنی بڑی میری بادشاہت ہے جاؤ کسی جگہ گھس جاؤ۔ اس نے پانچ، چھ بے روزگار جوان اپنے ساتھ لئے اور ڈنڈے لے کر راوی پل پر جا کر کھڑا ہوگیا۔ لوگ گزرتے گئے، وہ بھتہ وصول کرتا رہا۔ ایک دن رنجیت سنگھ کی سواری خود وہاں سے گزرنے لگی تو یہ وہاں پر کھڑا تھا، اس نے کہا کہ جی بھتہ دے کر جاؤ گے۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں آپ کا point, to the point ہے، اس پر پھر کسی وقت جب آپ کی تقریر ہوگی اس میں آپ اس کو cover کر لیجیئے گا۔ ابھی let us move on to the business, because we have limited time, we have specific agenda before us. اس میں دیکھیں ناں to the point جو بات ہے وہ آپ کا Motion ہے، یہ اسی کے ساتھ link ہے، ہم اس کو دیکھ لیں گے۔

جناب محمد اعظم خان سواتی: جناب چیئرمین! یہ بات میں نے اس لئے کی ہے کہ

مجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ Parliament Lodges کے اندر کیا ہو رہا ہے۔ I was only coming from my residence, from Abbottabad, not knowing anything what was going on inside the Parliament Lodges. جب وہ میرا ہاؤس ہے تو وہ میرا domain ہے اور مجھے وہاں پر روک دیا گیا۔ میں نے اپنے آپ کو identify کیا' اپنا نام بتایا' میری گاڑی کے front پر اور back پر Senator کی plate لگی ہوئی ہے اس کے باوجود مجھے اندر نہیں جانے دیا گیا۔ میں نے کہا جناب کہ جو کچھ ہو رہا ہے مجھے اس کا علم نہیں ہے پتا نہیں کیا کچھ ہو رہا ہے' میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ میں Lodges میں رہتا ہوں اور اندر جانے کا میرا right ہے۔ I think, it is very unfortunate, the sanctity of the Member of the Parliament has been tarnished so badly. I have been ridiculed, left right at the enterence. If such a situation occurs, Mr. Chairman, I think we all have to submit under the rule of Law and the Constitution of Pakistan of 1973, no matter how high or how low we are being a citizen of this country, we have to submit to the rule of law.

Mr. Chairman: Please sit down. We have got the message and *Insha Allah* we will.

وسیم صاحب! آپ نے کچھ کہنا ہے؟

Please sit down, we have got the message.

وسیم صاحب آپ نے اس سلسلے میں کچھ کہنا ہے؟

Mr. Wasim Sajjad: Sir, the matter is left in your hand and you can take appropriate action.

(Interruption)

Mr. Chairman: We will refer this matter to the Privileges Committee as and when formed and rest assure Minister of Interior may

look into it. It will be looked into.

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ جناب والا' میں اس کو پڑھ تو لوں۔

جناب چیئرمین ۔ آپ لکھ کر بھیج دیجئے گا ۔ Memon Sahib, you have some point?

Mr. Nisar Ahmed Memon: Sir, I would like to bring to your kind notice and attention of this House, the very important aspect, which affects the people of Pakistan, which affects the common man of Pakistan. On Friday, when we were debating here, we were discussing the President's speech, in Karachi 700 ambulances were on the streets, I am referring to 'Edhi' ambulances. They had come out because of the fact that the Edhi number which has been there for 20 years, 115 is being changed by PTA. I would like to draw the attention of the House through you that this is unfair because people of Pakistan have got one facility and particularly people of Karachi. This is a mega city and if this kind of change will be brought in, it is not easy for people in emergency to remember that 115 has now been changed to 1150 or whatever it is. Earlier, it was free and now it is going to be changed. I think this change should immediately be stopped. This order should be withdrawn because this affects the lives of the people of mega city of Pakistan, thank you.

Mr. Wasim Sajjad: Sir, I think, I will ask the concerned Minister, infact the Minister of Interior is here, may be he would like to take up this matter perhaps with the Sindh Government. May be, it pertains to the Sindh Government or with the Communication Ministry,

but we can only respond to this sir, after making the investigation.

Mr. Chairman: I think, it pertains to the Ministry of Communication.

Mr. Wasim Sajjad: Sir, I will bring it to the notice of Minister concerned and then I will make a statement and look into this.

LEAVE OF ABSENCE

Mr. Chairman: As Mr. Memon has mentioned we will do that. Now, we will continue with the business. No more Points of Order. We have to go on with the business. Leave applications.

جناب محمد اکرم ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 20 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے۔ اس لئے انہوں نے اس تاریخ کے لئے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا آپ ان کی درخواست منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)۔

جناب چیئرمین: پروفیسر محمد ابراہیم خان ایک قریبی عزیز کے انتقال کر جانے کی وجہ سے مورخہ بیس فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے اس لئے انہوں نے ایوان سے اس تاریخ کے لئے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا آپ ان کی درخواست منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)۔

جناب چیئرمین: اور پروفیسر ابراہیم صاحب کے ساتھ ہماری condolences بھی ہیں۔ جناب ساجد میر ملک سے باہر ہونے کی وجہ سے مورخہ 13th, 16th & 20th February کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے اس لئے انہوں نے ان تاریخوں کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا آپ ان کی درخواست منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)۔

جناب چیئرمین: جناب محمد اسحاق ڈار گزشتہ اجلاس کے دوران مورخہ 8, December

اور موجودہ اجلاس کے دوران مورخہ 13th to 20 February کو بیماری کی وجہ سے نیز مورخہ 19th, 21st, 23rd January کو ملک سے باہر ہونے کی وجہ سے اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے ۔ اس لئے انہوں نے ان تاریخوں کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے ۔ کیا آپ ان کی درخواست منظور فرماتے ہیں؛

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب غوث بخش خان مہر نے اطلاع دی ہے کہ وہ آپریشن کے لئے کراچی کے ہسپتال میں داخل ہیں اس لئے مورخہ 20th to 24th February اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔ رئیس منیر احمد نے اطلاع دی ہے کہ وہ سرکاری میٹنگ میں شرکت کے لئے لاہور جا رہے ہیں۔ اس لئے آج مورخہ 23rd فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔ جناب شوکت عزیز نے اطلاع دی ہے کہ وہ سرکاری دورے پر نیپال جا رہے ہیں اس لئے مورخہ 25th to 28th February اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔

We may resume further discussion on the motion moved by Mr. Wasim Sajjad on behalf of Minister in charge of Parliamentary Affairs on 20th February 2004. I now call upon Maulana Rahat Hussain, who was already given the floor the other day, for discussion on the President's address. Maulana Rahat Hussain, please keep the time limit in mind.

DISCUSSION ON THE PRESIDENTIAL ADDRESS

مولانا راحت حسین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین! کہ آپ نے مجھے اس اہم موضوع پر بحث کرنے کا موقع دیا۔ صدر صاحب کی تقریر پر بحث ہو رہی ہے۔ جناب چیئرمین! جنرل مشرف صاحب نے اپنی تقریر کے اندر چار، پانچ issues پر بات کی ہے۔ سب سے پہلے میں یہ کہوں گا کہ چار سالہ یا تین سالہ دور اقتدار کے اندر اس ملک میں جو کچھ ہوا ہے اور جو پالیسی بیان دینا تھا وہ صدر صاحب کی تقریر میں موجود نہیں ۔ ملکی معیشت کے حوالے سے اور نہ ملکی اقتصادی اور جغرافیائی حوالے سے کوئی خاص بات ہوئی۔ صرف اپنی قوم اور اپنی ملت کو ڈرانے اور

دھمکانے کی بات اور اس کے اندر ایک دہشت پھیلانے کی بات اس کی ساری تقریر کا موضوع سخن رہی ہے۔ صدر صاحب کا فرمان ہے کہ ہمارا ملک corruption اور اقربا پروری کی وجہ سے ترقی نہیں کر سکا۔ جناب چیئرمین! چار سالہ فوجی دور اقتدار میں اقربا پروری کی انتہا رہی ہے، ہر طرف حاضر سروس یا پھر ریٹائرڈ آرمی آفیسرز تعینات کئے گئے ہیں۔ یہ سب کیا ہے؟ پہلا الزام جس کی انہوں نے خود وضاحت کی ہے ---

(اس موقع پر اذان کی آواز سنائی دی گئی)

Mr. Chairman: We will adjourn now for *Maghreb* prayers to reassemble at 6.35 p.m., thank you.

[Then the House was adjourned for *Maghreb* prayers to meet again at 6.35 p.m.]

(بعد از نماز مغرب اجلاس کی کارروائی دوبارہ شروع ہوئی)

جناب چیئرمین: مولانا راحت حسین صاحب please continue

مولانا راحت حسین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔ بات ہو رہی تھی صدر صاحب کے خطاب پر اور اس حوالے سے کہ یہ جو ملک ترقی نہیں کر سکا یہ اقربا پروری کی وجہ سے ہے۔ جناب چیئرمین! چار سالہ دور حکومت میں اقربا پروری کی انتہا رہی ہے۔ ہر طرف حاضر سروس یا ریٹائرڈ آرمی افسر تعینات کئے گئے ہیں اور یہ میرے خیال میں اقربا پروری کی انتہا ہے۔

جناب چیئرمین! صدر صاحب کی تقریر میں جو points صدر صاحب نے اٹھائے تھے، اس میں ایک تھا کہ قبائلی علاقوں میں القاعدہ اور دہشت گردوں کی موجودگی، نمبر ۲، کشمیر میں دراندازی، نمبر ۳، جوہری پھیلاؤ اور نمبر ۴، انتہا پسند معاشرہ یعنی پاکستانی انتہا پسند ہیں، اس کا تو یہی مطلب ہے۔ جناب والا! یہ وہی باتیں ہیں جو یہود اور ہنود مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈے کے طور پر استعمال کر رہے ہیں اور ہمارے حکمران اس پروپیگنڈے کو عملی جامہ پہنا رہے ہیں حالانکہ یہود اور ہنود سے بڑھ کر کوئی انتہا پسند نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود ان کو انتہا پسند قرار دیا ہے

اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو چھوڑ کر بش کے احکامات پر عمل ہو رہا ہے۔ حکمران یہ وضاحت خود کر دیں کہ دہشت گردی اور جہاد میں فرق کیا ہے۔

آج لوگ مخمصے کا شکار ہیں، تشویش میں مبتلا ہیں۔ یہاں پاکستان کے اندر یہ تو ہو رہا ہے کہ پولیو کے خلاف جہاد، پالتو کتوں کے خلاف جہاد۔ اب جہاد کے اس عظیم لفظ کو کس انداز میں یہ لوگ پیش کر رہے ہیں۔ ابھی جہاد کے اس عظیم لفظ کو کس انداز میں یہ لوگ پیش کر رہے ہیں۔ یہاں جو راسخ العقیدہ مسلمان ہیں ان کو دہشت گرد تصور کیا جا رہا ہے۔ یہ مسلمان معاشرہ ہے۔ کوئی دین پر تھوڑا سا عمل کرتے ہیں، کوئی دین کے بڑے حصے پر عمل کرتے ہیں۔ جو بڑے حصے پر عمل کرنے والے مسلمان ہیں ان کو راسخ العقیدہ مسلمان قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن ہمارے معاشرے کے اندر یہ سلسلہ کب سے چل رہا ہے۔ مسلمانوں کو یہود اور ہنود دہشت گرد کہہ رہے ہیں اور مسلمان حکمران جو جہاں کہیں پر بھی ہیں اس کا جواب تک نہیں دیتے ہیں بلکہ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ یہ دہشت گرد ہیں۔

جناب والا! معاشی ترقی کے حوالے سے صدر صاحب کافی پر امید نظر آ رہے ہیں۔ ۱۲ ارب ڈالر کی بات کی جا رہی ہے کہ اتنی رقم قومی خزانے میں موجود ہے۔ اس کا عوام کو کیا فائدہ ملا ہے، عام آدمی کو کیا فائدہ ملا؟ پچھلے چار سالوں کے دوران ہمارے ہاں غربت کی شرح میں اضافہ ہوا ہے۔ جناب چیئرمین! آج کل پورے ملک میں صدر صاحب، وزیر اعظم، وفاقی وزراء اور افسر شاہی تک ہر ایک کی زبان پر good governance کے بارے میں سنیں گے۔ یعنی اچھے نظام حکومت کی ایک اچھی مثال میں آپ سب کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ National Textile University جو ۱۹۶۲ء میں بنی تھی۔

جناب الیاس احمد بلور: جناب والا! انہیں بتائیں کہ تقریر پڑھی نہیں جاتی۔

مولانا راحت حسین: میں نے یہ points لکھے ہوئے ہیں جناب!

جناب الیاس احمد بلور: نہیں جناب! یہ ایک ایک لفظ اوپر سے دیکھ کر پڑھ رہے ہیں۔ سینیٹ میں تقریر کا طریقہ کار یہ نہیں ہے، اتنی ہمدردی ہو گئی ہے ان کو۔

مولانا راحت حسین: ہمدردی تو آپ کو بھی ہونی چاہیے۔ اچھے نظام حکومت کے

حوالے سے جناب چیئرمین! National Textile University جو ۱۹۶۲ء سے قائم ہے۔ آج کل اس کے students strike پر ہیں۔ یہاں اسلام آباد کی سڑکوں پر وہ گشت کر رہے ہیں۔ پارلیمنٹ کے سامنے وہ مظاہرے کر رہے ہیں۔ آج تک ان کا مسئلہ حل نہیں ہوا۔

جناب چیئرمین! سائنسدانوں کے حوالے سے، ایٹمی پروگرام منجمد کرنے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ اللہ رب العالمین کا توحکمرانوں کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے بھی یہ ارشاد ہے (عربی) کہ آپ طاغوت کو مٹانے کے لئے اور مسلمانوں کا رعب جمانے کے لئے آپ ایٹمی (technology) حاصل کریں۔ اللہ رب العالمین نے یہاں تک کہا ہے (عربی) اور اپنا ہتھیار ساتھ لے لو۔ ہمارے اللہ رب العالمین کا فرمان ہے کہ آپ technology حاصل کریں۔ ہمارے حکمران جو لوگوں کے اور ان لوگوں کے نرغے میں آ رہے ہیں جو مسلمانوں کی خوش حالی، مسلمانوں کی فراوانی اور مسلمانوں کی بھلائی نہیں چاہتے ۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان جبر اور استبداد کا شکار رہیں۔

جناب چیئرمین! جناب بھٹو صاحب نے یہ پروگرام شروع کیا تو اس کو تختہ دار پر لٹکایا۔ جناب چیئرمین! نواز شریف صاحب نے دھماکہ کیا تو اس کو ملک بدر کیا اور آج اس ملک کی technology کو یہ لوگ کس سمت لے جا رہے ہیں۔ ایٹمی سائنسدانوں کی جو بے عزتی ہو رہی ہے اور اس ملک کے اندر ہو رہی ہے۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ ایٹمی توانائی محفوظ ہاتھوں میں ہے۔ میرا خیال ہے کہ ان محفوظ ہاتھوں کا مطلب پھر یہ ہو گا کہ امریکہ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس لئے ہم اس پر افسوس کا اظہار کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! نج کاری کے نام پر قومی مالیاتی ادارے آغا خان کے حوالے کیے جا رہے ہیں۔ حبیب بینک کے بعد آج پاک تیل کی کمپنی بھی ان کے حوالے کی جا رہی ہے۔ یہاں آغا خان اسٹیٹ بنتی نظر آ رہی ہے۔ ہم اس پر سوائے افسوس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین! اختیارات کے حوالے سے بات کی گئی۔ اختیارات میں ضلعوں کو، صوبے کے ساتھ لڑانا یہ کہاں کا اختیار ہے۔ ضلعے صوبائی معاملہ ہے اور اس معاملے کو صوبوں پر نہیں چھوڑتے اور انہیں یہ مرکز کے تحت لا رہے ہیں۔ مرکز نے انہیں اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ سال ۲۰۲۵ تک خدا نخواستہ پاکستان کے اندر قومیتوں کی بنیاد پر کتنے ضلعے اور کتنے صوبے بنتے جائیں گے۔ اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ اس ملک کے اندر اللہ کا نظام ہو۔ اس ملک کے اندر جو اللہ

رب العالمین کے نام پر اور اللہ رب العالمین کے قانون کے نام پر، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے نام پر اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر یہ ملک حاصل کیا گیا۔ آج اس ملک کے اندر اللہ رب العالمین کا نظام نہیں ہے۔ آج اس ملک کے اندر نظریہ پاکستان جو اس ملک کی اساس ہے وہ نہیں ہے۔ ظلم ہو رہا ہے، قوم کو دھوکا دیا جا رہا ہے۔ قوم کو ڈرایا، دھمکایا جا رہا ہے اور قوم کو اللہ کے خوف کی بجائے بش کے خوف میں مبتلا کیا جا رہا ہے۔

جناب چیئرمین! یہ ملک اللہ کے نام پر حاصل کیا گیا۔ یہ ملک کسی کی جاگیر نہیں ہے۔ یہ اللہ رب العالمین کی سرزمین ہے۔ اللہ رب العالمین نے مسلمانوں کو یہ ملک دیا ہے اور ہمارے مسلمانوں نے، ہمارے اکابرین نے بہت ساری قربانیاں دیں، بہت ساری محنت کی تو اس ملک کو حاصل کیا۔ تقاضا تو یہ ہے کہ اس ملک کو جس نام پر حاصل کیا گیا آج اس نام کی ہم عزت کریں، اس نام کی ہم لاج رکھیں، اس نظام کی ہم لاج رکھیں۔ جناب چیئرمین! ہم اس پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں کہ صدر صاحب کی تقریر میں ایک programme ہونا چاہیے تھا، قوم کے مستقبل کے لئے ایک programme۔ حکومت، اپنے تین سال، چار سال کا سارا پس منظر قوم کے سامنے رکھے اور مستقبل کے لئے کوئی لائحہ عمل دے۔ لیکن ہمارے ملک میں دو، تین صفحات کی ایک تقریر ہوا کرتی ہے، جب وہ تقریر آتی ہے تو اس میں یہ نہیں ہونا چاہیے کہ ہم اس پر بحث کریں۔ جناب چیئرمین! آج لوگ صدر کی تقریر کو صحیفہ آسمانی تصور کرتے ہیں۔ کوئی تنقید کرے تو یہاں سے لوگ اٹھ جاتے ہیں کہ صدر کی تقریر پر تنقید ہو رہی ہے۔ جناب چیئرمین! جو اللہ رب العالمین کی کتاب ہے، یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین ہیں وہ تنقید سے بالا تر ہیں۔ انسان کی کوئی تقریر تنقید سے بالا تر نہیں ہوا کرتی اور تنقید ہم اصلاح کی بنیاد پر کرتے ہیں کہ اس ملک کو اس سمت میں نہ لے جایا جائے جو سمت اس ملک اور قوم کی ہلاکت کا سبب بنے۔ جناب چیئرمین! میں آخر میں اپنے تکلم کو اور اپنی بات کو اس شعر پر ختم کرنا چاہتا ہوں،

فقط دستور جمہوری سے مقصد حل نہیں ہوتا

علاج مفلسی ہے اصل مقصد غریبوں کا

جہاں آزادی تقریر حاصل ہو تو کیا حاصل

جہاں آزاد استحصال جاری ہو غریبوں کا

شکریہ۔

Mr. Chairman: Mr. Wasim Sajjad.

جناب وسیم سجاد: جناب چیئرمین! نثار میمن صاحب نے جو point اٹھایا تھا اس کا reply دے رہے ہیں لغاری صاحب۔

جناب چیئرمین: اچھا جی۔ Memon sahib, the Minister is replying to your Point of Order.

Mr. Awais Ahmed Khan Leghari: Mr. Chairman, the point raised by Mr. Nisar Memon regarding toll free phone number that was being used for Edhi Foundation. I would like to make a statement here that in case ..... PTCL is actually going to be receiving something out of this. I will make sure that we give instructions to PTCL and request the Board of Directors of PTCL to have it approved as a free service for the citizens of the country.

Mr. Chairman: Thank you.

Mr. Nisar Ahmed Memon: Mr. Chairman, he may please clarify that the number will remain 115 and not change to 1150. Thank you.

Mr. Awais Ahmed Khan Leghari: Sir, we are in no position to actually make a statement on that because.....

Mr. Chairman: Technical reasons may be involved.

Mr. Awais Ahmed Khan Leghari: The numbering scheme is with the PTA which is a regulator and that is under the Cabinet Division but I could request the regulator to have it.

Mr. Chairman: I think something what is technical and because

of volume, it may have to increase a digit but as long as the cost is free.

Mr. Awais Ahmed Khan Leghari: Sir. I will have to ask the regulator and I could clarify this in the next sitting.

Mr. Chairman: We would appreciate that. Mr. Durrani.

جناب محمد علی درانی: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! آئین پاکستان کے تقاضوں کی تکمیل کے لئے صدر پرویز مشرف نے 17 جنوری کو پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کیا اور آج اسی خطاب کے سلسلے میں، اس پر discussion کے لئے ہم سب لوگ یہاں اکٹھے ہوئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ صدر کا جو خطاب تھا اگر اس کو مجموعی طور پر دیکھا جائے تو اس کا عنوان عوام تھے۔ اس کا عنوان پاکستان اور پاکستان کے عوام تھے۔ وہ عوام جنہیں وہ یقینی طور پر خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں اور وہ پاکستان جس کو معاشی طور پر مستحکم اور دفاعی طور پر مضبوط دیکھنا چاہتے ہیں۔ جب سے، یعنی 1999ء سے، صدر صاحب کا جو سیاسی عمل میں دخل رہا ہے اور اس دوران جو ان کی شخصیت اور ان کے مختلف اقدامات کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ بات بہت کھل کر سامنے آتی ہے کہ انہوں نے اپنے تمام conduct میں ایک چیز کو یقینی بنانے کی کوشش کی ہے کہ عوام کو ہر سطح پر اعتماد میں لیا جائے اور عوام سے چھپانے کی سیاست، عوام کو اندھیرے میں رکھنے کی سیاست، عوام کو استعمال کرنے کی سیاست اور عوام کو exploit کرنے کی سیاست کی بجائے عوام کو ساتھ لے کر چلنے کی سیاست، عوام کے ساتھ issues کو share کرنے کی سیاست اور عوام کے مشورے کے ساتھ اپنی policies کو تبدیل کرنے اور ان کی اصلاح کرنے کی سیاست کو اس ملک کے اندر رواج دینے کی کوشش کی ہے۔ اور اسی کوشش کی جستجو میں، میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اتنے اہم بین الاقوامی issues کو جن کا تعلق پاکستان کی سالمیت سے اور پاکستان کے حساس ترین معاملات سے تھا، ان کو عوام کے سامنے، پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا خواہ انتہا پسندی کا مسئلہ ہو، ایٹمی ہتھیاروں کے پھیلاؤ کا مسئلہ ہو، قبائلی علاقوں سے افغانستان میں دہشت گردی کا مسئلہ ہو یا سرحد پار دہشت گردی کا معاملہ ہو۔ ہم لوگ اعتراف کرتے ہیں کہ ہم لوگ

conspiring theories کے اندر رہنے والی قوم بنے رہے ہیں ۔ ہم نے ہمیشہ حکمرانوں پر شک کئے اور صحیح شک کئے ہیں کیونکہ اس قوم نے بہت سے دھوکے کھائے ہیں ۔ لیکن اگر پچھلے چار سال کا ریکارڈ اٹھا کر آپ دیکھیں تو خواہ افغانستان کا مسئلہ ہو جس کو آپ U-turn کا نام دیتے ہیں، خواہ عراق کا مسئلہ ہو، خواہ مسلم امہ کا کوئی بھی issue ہو اس کے اندر کہیں بھی ایسا ایک معاملہ نہیں آتا جس میں یہ کہا جا سکے کہ یہ کہا گیا اور ہوا، یہ وعدہ کیا گیا اور یہ تبدیل ہوا۔ پاکستان میں جمہوری عمل کی بحالی کی تاریخ سے لے کر، پاکستان میں بلدیاتی انتخابات کے انعقاد سے لے کر، پاکستان کی معیشت کے اتار اور چڑھاؤ سے لے کر، پاکستان کے عوام کو درپیش ایک ایک مسئلے سے لے کر آج تک کے ہر معاملے کے اندر کوئی ایسی statement جس کے بارے میں کہا جا سکے کہ اس کو تبدیل کیا گیا، وہ آپ کو نظر نہیں آئے گی اور ایسے issues کو جو سورج اور چاند کی طرح روشن آپ کے سر پر کھڑے ہوں اگر ان کو discuss کر دیا جائے تو وہ یہود و ہنود کی سازش بن جاتی ہے ۔ اور اگر ان کو چھپا کر عوام کے ہر قسم کے مفادات کا سودا کر دیا جائے اور عوام کو کانوں کان خبر نہ ہو تو اس کو حکمت کہا جاتا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس جوڑ توڑ کی سیاست کا، اس منافقت کی سیاست کا، عوام کے مفادات کو بیچنے کی سیاست کا اب دور ختم ہونا چاہیے۔ اس طریقے پر کھول کر ہر چیز کو عوام کے سامنے رکھ دیا گیا ہے۔

اس سے آگے بڑھتے ہوئے میں کہتا ہوں کہ اگر ہم اپنی غلطیوں کی نشاندہی نہ کر سکیں اور اگر ہم اپنی کمزوریوں کو خود بیان نہ کر سکیں تو ایسی قومیں آگے نہیں بڑھ سکتیں ۔ اگر ہم یہ کہیں کہ پاکستان کی ناکامیوں اور پاکستان کی بدحالی اور محرومیوں کی سب سے بڑی وجہ کرپشن اور اقربا پروری ہے تو کیا یہ جرم ہے؟ کیا ایسا نہیں ہوا؟ کیا وہ لوگ جو ماضی میں اقتدار میں رہے ہیں، ان کے اقتدار میں رہنے سے اس ملک کے خزانے خالی نہیں ہوئے؟ کیا دس سال کے عوامی اقتدار سے لے کر، 1988 سے لے کر 1997 تک خط غربت سے نیچے رہنے والوں کی تعداد 17 per cent سے 37 per cent نہیں ہوئی؟ کیا اس دوران اس ملک کے خزانے کو دیوالیہ پن تک نہیں لے جایا گیا؟ کیا اس ملک کے ایک ایک پروجیکٹ کے اوپر اربوں اور کھربوں روپے کی لوٹ مار نہیں کی گئی؟ کیا اس ملک کی آج تک کی محرومیاں اور مظلومیاں جو ہیں، کیا وہ تمام پیسہ جو قرضوں کی شکل میں اس ملک میں آتا رہا کیا وہ اس ملک کے اندر رہا یا اس ملک کے

باہر رہا؟ کیا اس ملک سے باہر فیکٹریاں ' ملک سے باہر محلات' اس ملک سے باہر industries کی chain اور اس ملک سے باہر bank accounts کی chains جو ہیں ان کو ہمارے سامنے نہیں رکھا گیا؟ یہ سب کچھ کس نے کیا؟ یہ کسی جرنیل نے کیا' یہ کسی صدر نے کیا' یہ کسی منتخب نے کیا' اس کی بحث اور اس کا فیصلہ یقیناً عوام کریں گے ۔ اور دوسری جانب پاکستان کے بے پناہ وسائل' قوم کی صلاحیتوں سے آگاہ اور ایک اچھی جمہوریت کے ذریعے پاکستان کو ترقی کے سفر پر گامزن کرنے کی خواہش لئے ہوئے اعتدال پسند پاکستان' ترقی یافتہ پاکستان' روشن خیال پاکستان فلاحی' اسلامی مملکت پاکستان جو اقبال کے خواب اور قائد کے راہنما اصولوں کے مطابق ' صدر مشرف کے سیاسی رویے کا جائزہ آپ اگر اس سوچ کے تناظر میں لیں تو میں یہ کہوں گا کہ یہ وہ تمام خواب جو کہ پاکستان کے بارے میں علامہ اقبال نے دیکھے تھے' اس پاکستان کے قیام کا اور دوسرے پاکستان کے استحکام اور پاکستان کے اس مقام کا کہ اس کے شہری باعزت و احترام زندگی گزارسکیں تو وہ خواب پورے نہیں ہوئے۔ 56 سال میں پورے نہیں ہوئے۔ آج اس حقیقت کو مان لیں تو ہم سب کا بھلا ہے تاکہ ہم کل اپنے ان خوابوں کی تکمیل کے راستے ڈھونڈ سکیں۔ ماضی کی لکیروں کو پیٹنے کی بجائے آگے بڑھنے کے لئے ماضی کی تاریخ سے سبق حاصل کرنا پڑتا ہے اور جو قومیں اپنی تاریخ سے سبق حاصل نہیں کرتیں ان کے جغرافیے تبدیل ہو جایا کرتے ہیں۔

ایک اور پہلو جس کی نشاندہی میں ضرور کرنا چاہوں گا وہ رویوں کا پہلو ہے۔ سیاست برداشت کا دوسرا نام ہے۔ جمہوریت dialogue سے آگے بڑھنے کا نام ہے۔ باہمی مشاورت اور ایک دوسرے کو ساتھ لے کر آگے بڑھنے کا نام ہے۔ آپس میں مشاورت کے ذریعے مسائل کو حل کرنے کا نام ہے۔ ہم دیکھتے ہیں' پاکستان کی سیاسی تاریخ اٹھا کر آپ دیکھ لیں کہ دو تہائی اکثریت کے بغیر آج تک پاکستان کے اندر کوئی سیاسی مسئلہ مارشل لاء لگنے سے کم قیمت پر settle نہیں ہو سکا۔ ہر دور کے اندر Opposition کی طرف سے اٹھنے والے مسائل اور ان پر ہونے والے agitation, کو دیکھیں ۔ کبھی بھی ایوان کے دو اطراف میں بیٹھے ہوئے افراد کسی issue کو بھی dialogue کے ذریعے حل نہیں کر سکے۔ اس کے نتیجے میں agitation ہوا' اس کے نتیجے میں long march ہوئے ' اس کے نتیجے میں سڑکوں پر کارکنوں کو لایا گیا' عوام تو

نہیں نکلے اور کارکنوں کے سر کے اوپر اس ملک کو جمہوری نظام سے detrack کیا گیا اور اس کے اندر اسی پارلیمنٹ میں موجود Opposition کا ایک کردار ہمیشہ موجود رہا لیکن آپ اس موقع پر LFO کے issue کو لیں تو ایسی حکومت جو کہ سادہ اکثریت سے بننے والی حکومت ہے' اس نے اس برداشت کا مظاہرہ کیا۔ اس نے اس حکمت کا مظاہرہ کیا' اس کی قیادت نے اس تدبر کا مظاہرہ کیا خواہ وہ جنرل پرویز مشرف کی شکل میں صدر ہوں یا وزیر اعظم جناب ظفراللہ جمالی صاحب کی شکل میں ہوں یا باقی قائدین کی شکل میں تمام قیادت ہو جو کہ حکومت کی طرف تھی اور دوسری طرف میں یقیناً Opposition اور MMA کی قیادت کو یہ credit دوں گا کہ انہوں نے ملک کے اندر جمہوری عمل کو جاری رکھنے کے لئے دو تہائی اکثریت سے ایک ایسا فیصلہ کیا جو پاکستان کی تاریخ میں انشاء اللہ' اس ملک کے اندر جمہوری نظام کو دوامی استحکام اور ایک مقام دینے کے لئے ایک کلیدی کردار کرے گا اور یہ یقیناً ایک سیاسی فہم اور سیاسی سوچ اور سیاسی نظریہ اور سیاسی تدبر اور سیاسی دور بینی کا آئینہ دار یہ اقدام تھا جو کہ کسی کو جیل میں ڈال کر، کسی کو دبا کر، کسی کو خرید کر، کسی کو pressurize کر کے نہیں ہوا۔ Floor shifting سے بھی نہیں، جو جہاں تھے وہیں بیٹھے ہوئے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ سب کچھ ہوا اور کسی بھی شخص کو security risk declare نہیں کیا گیا جو Opposition میں ہو۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ایک اور بات بھی جو میں موجودہ حکومت کے reference سے کہنا چاہوں گا کہ پاکستان کی تاریخ میں کبھی بھی Opposition کی حکومتوں کو صوبوں میں برداشت کیا ہی نہیں گیا۔ 1970 میں کیا ہوا۔ اس کے بعد 1985 سے onward آپ چلتے جائیں۔ سرحد میں کیا ہوا؟ سندھ میں کیا ہوا؟ بینظیر کی حکومت تھی تب کیا ہوا؟ اور اگر نواز شریف صاحب کی حکومت تھی تب کیا ہوا؟ سندھ کے اندر گورنر راج کب لگا؟ سرحد کے اندر حکومتوں کے تختے کب الٹے؟ بلوچستان میں کب کب حکومتیں ختم ہوئیں؟ لیکن یہ دور ایسا ہے جس میں کہ ایک ایسی Opposition ہے جس کی حکومت سرحد میں ہے' ایک ایسی Opposition ہے جس کے ساتھ تحمل اور حوصلے کا مظاہرہ کرتے ہوئے بلوچستان میں اس نظام کو چلانے کے لئے قطعاً کہیں بھی کوئی grey area نہیں ہے۔ اگر grey area ہے تو میں باقی سب لوگوں کو challenge کرتا ہوں کہ وہ grey area کو لائیں کہ کون سا grey area ہے۔ میں صوبہ سرحد کے اندر صوبہ سرحد کی حکومت کے اقدامات کو سب سے

زیادہ خود criticise کرتا رہا ہوں اس کے باوجود میں یہ سمجھتا ہوں کہ انہیں برداشت کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے اور مجھے پتا ہے کہ ان کی کون کون سی خامیاں ہیں اور ان خامیوں کو بیان کرنے میں میں کبھی ایک لمحے کا تامل نہ کروں گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ اس وقت اس ملک کے اندر جمہوری نظام کو چلانے کی افادیت، اہمیت، ضرورت اور اس ملک کے لیے اس کی کیا اہمیت موجود ہے۔ اس لیے میں انہیں برداشت بھی کروں گا۔ یہ عدم برداشت کا رویہ اور سب کچھ توڑ پھوڑ کر آگے بڑھ جانے کی روایت، یہ سیاسی روایت نہیں ہے۔ میں یہ بھی بتا دوں کہ اپوزیشن اور حکومت میدان میں اتری ہوئی فوجیں نہیں ہوتیں جو مسئلوں کا فیصلہ ہار اور جیت سے کریں۔ اپوزیشن اور حکومت تو گاڑی کے دو پہیے ہوتے ہیں جو جمہوریت کی گاڑی کو چلاتے ہیں۔ ہم نے ماضی کے رویوں کے اندر فوجوں کی طرح سیاست اور جنگ کی طرح سیاست کی ہے۔ جس کے نتیجے میں پھر گلہ کرتے ہیں کہ فوج آ جاتی ہے۔ پھر گلہ کرتے ہیں کہ ہم کہیں نہیں رہتے اور ہمیں کچھ نہیں ملتا۔ اس سے آگے بڑھتے ہوئے میں ایک اور issue بھی اٹھانا چاہوں گا کہ LFO پر ایک سال تک desk بجائے گئے۔

ایک اور چیز جو میرے ذہن میں آئی کہ ہماری اپوزیشن اس وقت دو حصوں میں divide ہو چکی ہے۔ جناب چیئرمین! ایک کو میں direct Opposition اور ایک کو indirect Opposition کہوں گا۔ direct Opposition وہ ہے جو اپنے فیصلے خود کرتی ہے اور indirect Opposition وہ ہے جو e-mail اور telephone call پر فیصلہ کرنے کی پابند ہے۔ ان دونوں کے رویے اس وقت مختلف ہیں اور یہ تقسیم عین فطری ہے۔ ہم نے دیکھا کہ جب LFO issue چل رہا تھا، اس وقت MMA اور ARD کے تمام groups desk بجا کر پارلیمنٹ سے باہر چلے جاتے تھے اور ہم ان پر اعتراض کرتے تھے۔ عوام نے بھی ان پر یقیناً اعتراض کیا کہ آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے بلکہ پارلیمنٹ میں بیٹھ کر اپنا موقف بیان کرنا چاہیے۔ ہم نے اعتراض نہیں کیا اور اس کے ساتھ dialogue بھی جاری رکھا اور کسی بھی لمحے، کسی بھی سطح پر dialogue کو نہیں توڑنے دیا گیا۔ بالآخر dialogue کے نتیجے میں جمہوری نظام کی جیت ہوئی اور مسئلہ حل ہو گیا۔ اس کے نتیجے میں کیا ہوا؟ حل کے وقت ARD نے اس میں شمولیت نہیں کی، انہوں نے اپنا اصولی موقف اختیار کیا۔

جب Opposition. Parliament میں واپس آئی تو ہم بہت خوش ہوئے کہ سب لوگ واپس آگئے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر LFO پر آپ کا موقف وہی تھا جس وجہ سے آپ باہر تھے اور ایک سال تک باہر رہے تو پھر آپ واپس کیوں آگئے ۔ اگر وہ موقف نہیں تھا تو پھر آپ اس وقت بیٹھے کیوں نہیں رہے؟ کیا اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ آپ صرف اور صرف ایم ایم اے کی قوت کو استعمال کرکے اس ملک میں جمہوری نظام کو لپیٹنے کے لئے یہ سب کچھ کر رہے تھے؟ وہ کون سال اصول ہے جو آپ کو ایم ایم اے کے ساتھ باہر لے گیا تھا اور ایم ایم اے کے ساتھ دستخط کئے بغیر واپس لے آیا ہے۔ کیا اس کا یہ مطلب لیا جائے کہ---- میں آپ کے اس اقدام کو بہت قابل تحسین سمجھتا ہوں، لیکن mind set کے اوپر میرا objection ہے اور میں اعتراز احسن صاحب کو quote کرسکتا ہوں، میں آپ کے بے شمار پی پی پارلیمنٹرین کے لیڈروں کو quote کر سکتا ہوں کہ انہوں نے بھری محفلوں میں، press talk کے اندر میرے سامنے یہ بات کہی کہ کوئی چیز بھی 2/3 majority سے تسلیم ہو جائے گی ہم اس کو تسلیم کر لیں گے۔ لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ اسی issue کے اوپر کیمپ لگائے جا رہے ہیں۔ پارلیمنٹ میں آئے ہوئے مسئلے کو پارلیمنٹ سے باہر نکالنے کی کوشش کی جا رہی ہے وہ یقیناً جمہوریت کے لئے کبھی بھی قابل تحسین نہیں ہوسکتی۔ میں آپ کو بتاؤں کہ حکومتیں تو وعدوں سے پھرتی تھیں اب تو اپوزیشن نے وعدوں سے پھرنا شروع کر دیا۔ جمہوریت اور سیاست کو پارلیمنٹ سے نکال کر سڑک پر لانے کی کوشش حقیقت میں جمہوریت دوستی نہیں ہے۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ ڈیسک بجا کر جمہوری نظام کو گرانے کی سازش کو ایم ایم اے نے ناکام بنادیا۔ اسی طرح آج احتجاجی کیمپوں کی سیاست کو عوام نے کیمپوں کا بائیکاٹ کر کے ناکام بنا دیا۔ آج صورت حال یہ ہے کہ اپوزیشن نے ایک سال تک پارلیمنٹ کا بائیکاٹ کیا، آج عوام نے ان کے کیمپوں کا بائیکاٹ کر کے انہیں ٹکٹ کٹا کر لندن جانے پر مجبور کر دیا۔ آج سارے کیمپ، وہ احتجاجی کیمپ، جس کے نتیجے میں پتا نہیں کس کس نے اس ملک سے فارغ ہو جانا تھا۔ وہ خالی پڑے ہوئے ہیں۔ وہاں پر الو بول رہے ہیں۔ اب indirect Opposition کو عوام سے کچھ نہیں ملے گا، جو کچھ ملے گا لندن سے ہی ملے گا۔ اب دیکھتے ہیں وہ وہاں سے کیا لے کر آتے ہیں۔ عوام کا یہ اعلان ہے کہ وہ جمہوری نظام کو چلتا دیکھنا چاہتے ہیں۔ جو بھی سیاسی قوت یہ

چاہتی ہے کہ وہ اس ملک کے اندر جمہوری نظام کو استحکام دے، اسے چاہتیے کہ وہ اس نظام کو آگے بڑھانے میں اپنا کردار ادا کریں اور میں اپنے پارلیمنٹ میں موجود اپوزیشن کے جو ہمارے بھائی ہیں ان سے یہ بات دل پر ہاتھ رکھ کر پوچھوں گا کہ کیا آپ سڑکوں پر جانے میں اس ملک کی بہتری سمجھتے ہیں؟ کیا اس کے لئے غیر ملکی قیادت کا آپ کے اوپر پریشر نہیں ہے؟ آپ نے اپنے اللہ کو جواب دینا ہے۔ کیا آپ کے حلقوں کے وہ عوام جنہوں نے آپ کو ووٹ دیکر، جن کے ووٹوں کے نتیجے میں آپ یہاں پر پہنچے ہیں کیا ان کا یہ حق آپ پر نہیں ہے؟ کہ ان کی exploitation کی بجائے، ان کے لئے ایسے راستے نکالے جائیں جو آگے بڑھنے کی صورتیں بنیں۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ آپ کے جو ذاتی مفادات، لوٹ مار کی سیاست، ٹکراؤ اور عدم برداشت کی سیاست نے ہمیشہ اس ملک میں مارشل لاء کو جنم دیا۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ اگر ہم جمہوری نظام کا استحکام چاہتے ہیں، تو اس وقت ہمیں ٹکراؤ کی بجائے باہمی مفاہمت کے ذریعے راستہ نکالنا چاہتیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ 2007 کے الیکشن دور نہیں ہیں۔ آج اگر اپوزیشن حکومت کے اوپر تنقید کو اپنا لائحہ عمل بنائے تو عوام میں زیادہ پذیرائی حاصل کر سکتی ہے، بجائے اس کے کہ ملنے والے اشاروں کے اوپر اس ملک کی عوام کو سڑکوں پر لانے کی کوشش انہیں کوئی کامیابی نہیں دے گی۔

ایک اور اہم سوال جو کہ یقیناً ذہنوں میں اٹھتا ہے کہ بار بار مارشل لاء لگنے کا ذمہ دار کون ہے؟ فوج، یا سیاستدان ایسی حالت میں کہ جب ہر مارشل لاء نے عوام کے غیض و غضب کو نہیں بلکہ مٹھائیوں کی تقسیم کو دیکھا۔ اس وقت کی اپوزیشن کی تائید کو بھی دیکھا۔ یہ لمحہ فکریہ ہے ان لوگوں کے لئے جو سیاست پر یقین رکھتے ہیں اور جو سیاست کے نتیجے میں اس ملک کے مسائل کا حل دیکھتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ جب بھی جمہوریت کی ریل پٹری سے اترتی ہے ایک طرف مٹھائیاں بٹتی ہیں، اس وقت کی اپوزیشن اس پر تالیاں بجاتی ہیں اس کی تائید کرتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی بنیادی وجہ اس فرق کو نہ سمجھنا ہے کہ ہر منتخب حکومت جمہوری حکومت نہیں ہوا کرتی۔ جمہوری حکومت وہ حکومت ہوا کرتی ہے جو ملک میں اداروں کے قیام کو یقینی بناتی ہے۔ جمہوری حکومت وہ ہوا کرتی ہے جو عوام کے احترام کو یقینی بناتی ہے۔ جمہوری حکومت وہ ہوا کرتی ہے جو عوام کی معیشت کے uplift کو یقینی بناتی ہے۔ جمہوری حکومت وہ

ہوتی ہے جو عوام کے سامنے جوابدہ ہوتی ہے۔ جمہوری حکومت وہ ہوتی ہے جو پارلیمنٹ کے تقدس کو قائم رکھتی ہے اور بڑھاتی ہے۔ جمہوری حکومت وہ نہیں ہوتی، جو سپریم کورٹ پر حملے کرتی ہے۔ جمہوری حکومت وہ نہیں ہوتی جو پرائم منسٹر ہاؤس میں بیٹھ کر صوبوں کے اختیارات کو سلب کرتے ہوئے، کلفٹن کے S.H.O اور رائے ونڈ کے تحصیل دار کے آڈر جاری کرتی ہے۔ جمہوری حکومت وہ نہیں ہوتی جس کے لیڈروں کے محلات اس ملک سے باہر ہوتے ہیں۔ جمہوری حکومت وہ نہیں ہوتی، جس کے نتیجے میں عوام خط غربت سے نیچے اور حکمران industry کی chain اور محلات کی chain میں جکڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسی لئے جب منتخب حکومتیں، جمہوری حکومت بننے سے قاصر رہتی ہیں تو وہ عوام کے اعتماد اور عوام کی محبت اور عوام کے پیار سے بھی محروم رہتی ہیں۔ یہ یقینی طور پر ان تمام صورتوں کے لئے راستے کھولتی ہیں جس کے نتیجے میں جمہوریت کی گاڑی پٹری سے اتر جاتی ہے اور عوام اُف بھی نہیں کرتے۔ اللہ کرے اس ملک کے آج کے حکمران اور اس ملک کی آج کی اپوزیشن اس صورت حال کا احساس کرتے ہوئے اپنے لئے وہ راستے نکال سکیں جو کہ مستقبل کے لئے ایک اچھی صورت اور اچھی جمہوریت کے استحکام کا سبب بن سکیں۔

ایک اور چیز جس کے بارے میں میں ضرور آپ کی توجہ دلانا چاہوں گا وہ یہ ہے کہ صدر پرویز مشرف صاحب کے پورے دور میں، ایک چیز جیسے میں نے پہلے بھی کہا، جو وعدہ کیا گیا وہ پورا ہوا۔ خواہ اس میں بلدیاتی نظام ہو، انگریز کے چھوڑے ہوئے نظام کو تبدیل کر کے اس ملک کے عوام کو طاقتور بنانے کی ایک کوشش کا ابتدائی قدم جو اس صورت میں اٹھایا گیا ہے۔ میری اللہ سے دعا ہے کہ یہ راستہ ہمیں ڈپٹی کمشنر اور آئی جی مافیا سے نجات دلائے، اس ملک کی عوام کو حقیقی معنوں میں طاقتور بنانے کا سبب بن سکے۔ قومی الیکشن کا ہونا، جھوٹ اور منافقت کو ترک کرنا، حتیٰ کہ ایک اور چیز جو بڑا بنیادی اہم فیصلہ ہے۔ اس ملک کا وہ اس کی اقلیتوں کو joint electorate کا حق دینا ہے۔ یہ وہ وعدہ تھا جو قائد اعظم نے اس ملک کی اقلیتوں کے ساتھ پاکستان بننے کے موقع پر کیا تھا۔ اس وعدے کو defy کیا گیا تھا، اس وعدے سے ہٹتے ہوئے ان کو separate electorate declare کیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت کا یہ اقدام جس کے نتیجے میں اس ملک کی اقلیتوں کو برابری کی بنیاد فراہم کی گئی ہے وہ معاہدہ ہے جو عین

میثاق مدینہ کے مطابق ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے خلاف جو استدلال اسلام کی رو سے نکالا جاتا ہے وہ قطعاً اسلامی نہیں ہے اور میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ کاش ہم اس ملک میں اسلام کو اپنی سیاست کی گاڑی نہ بنائیں۔ کاش کہ اس ملک میں بسنے والے مسلمانوں کی عزت، ان کے احترام، ان کی مزید تعلیم اور ان کی معاشی بحالی کے لئے کچھ کر سکیں تاکہ اس ملک کا احترام ہو سکے۔ اس سے آگے میں یہ بھی کہنا چاہوں گا۔

(Interruption)

جناب چیئرمین: کوئی interruption نہ کریں۔ ان کا حق ہے بولنے کا، ان کو بولنے دیں۔ کوئی interruption نہ کریں۔ Please تشریف رکھیں۔

جناب رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ: جناب چیئرمین! یہ ہماری طرف انگلی اٹھا کر تقریر نہ کریں۔

Mr. Chairman: Please continue the speech. Durrani Sahib, address the chair.

جناب محمد علی درانی: جی ضرور۔ I will do that sir. بہت شکریہ کہ آپ نے توجہ دلائی۔ اس کے ساتھ جناب! میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ میں معزز ممبر کی توجہ کو اپنے لئے ایک عزت سمجھتا ہوں اور انہوں نے اچھی توجہ دلائی۔

جناب چیئرمین! اس سے آگے بڑھتے ہوئے جس پر میں چاہوں گا کہ ضرور بات کروں وہ nuclear کا issue ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بعض معاملات اس نوعیت کے ہوتے ہیں کہ جن کے اوپر قومیں اور قوموں کے افراد ان issues کو اپنے ذاتی مفاد کا ذریعہ نہیں بناتے۔ وہ ان issues کو قوم کے مفاد کی روشنی میں دیکھتے ہیں اور قوم کے مفاد کی روشنی میں آگے بڑھاتے ہیں۔ جہاں تک nuclear کے پھیلاؤ کا تعلق ہے، nuclear roll back جس کا ہمارے بہت سے معزز ممبران نے ذکر کیا، مجھے انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج تک پاکستان سے کسی بھی ملک کا یہ مطالبہ کہیں reported نہیں ہے کہ پاکستان سے roll back کے لئے formally کہا گیا ہو۔ اگر کوئی کہہ رہا ہے تو ہماری صرف اپوزیشن کہہ رہی ہے۔ کیا وہ اس ملک کے

nuclear programme کے roll back کا جو ایک message ہے وہ پوری دنیا کو دینے کے لئے اس ملک کے platform کو use کرنا چاہتے ہیں۔ میری آواز کی بلندی پر بھی اعتراض ہو سکتا ہے لیکن یہ میرے احساسات ہیں۔ امید ہے ان پر اعتراض نہیں ہوگا۔ رہی roll back کی بات تو پاکستان ایک established nuclear ملک ہے۔ کسی نے اس کے roll back کی بات نہیں کی۔ یہ صرف اس ملک کی اپوزیشن کی بات ہے۔ جہاں تک سوال ہے nuclear کے پھیلاؤ کے الزام کے سلسلے میں، میں یہ بات کہوں گا کہ اپوزیشن نے احتیاط سے کام نہیں لیا۔ ہم ہر issue کو اگر اپنی ذاتی سیاست اور ذاتی مفادات کے لئے استعمال کریں گے اور ہم یہ کوشش کریں گے کہ ہم بھی سیاستدان ہیں اور ہم اس ملک کے سائنسدانوں کو بھی سیاستدان بنا دیں تو پھر وہ کام کون کرے گا؟ خدارا! اس ملک کے سائنسدان کو سیاستدان نہ بنائیں، انہیں سائنسدان رہنے دیں۔ انہیں اس ملک کی خدمت کرنے دیں اور اس ملک کے وہ مفادات جن کا تحفظ ان کے ذمے ہے، وہ ان کو کرنے دیں۔ انشاء اللہ مجھے اس بات پر کوئی شک نہیں ہے کہ nuclear technology جو آج سے نصف صدی پہلے بنی وہ آج ہمارے پاس بھی ہے۔ اللہ کا بہت کرم ہے لیکن یہ nuclear technology کس سے لڑنے کے لئے ہے؟ یہ صرف انڈیا کے لئے ہے، پوری دنیا سے ہم لڑ نہیں سکتے۔ اس لئے آپ اپنی حدود کے اندر بات کیا کریں۔ ہم ایک سمجھدار اور باشعور قوم کی طرح آگے بڑھیں۔

ایک اور بات جس کو میں بہت ہی clarity سے کہنا چاہوں گا وہ یہ ہے کہ کل مجھے اس وقت انتہائی افسوس ہوا جب ہمارے ملک کی ایک سابق وزیر اعظم نے England میں بیٹھ کر ٹیلی ویژن کے اوپر nuclear issue کے پھیلاؤ میں فوج کو ملوث کرنے کی کوشش کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ایسا issue ہے جس میں اس قسم کی loose بات کرنا پاکستان کے خلاف فوج کشی کی دعوت دینے کے مترادف ہے۔ میں مشورہ دوں گا اسی پارٹی کی پاکستان میں موجود قیادت کو کہ وہ لندن میں بیٹھی ہوئی leadership کی ان statements سے بریت کا اعلان کریں۔ یہ ان کی مستقبل کی سیاست میں ایک مثبت رول پیدا کرے گا۔ آپ کا فوج کے کسی ایک فرد سے اختلاف ہو سکتا ہے، اس کے متعلق آپ نے جو کچھ کہا ہے، ہم اس کے متعلق بات نہیں کر رہے ہیں لیکن آج کیا پاکستان کی سرحدوں کی حفاظت ہندوستان کی فوج آ کر کرے

گی؟ آپ کی سرحدوں کی حفاظت کون کرے گا؟ یقیناً یہ آپ کی افواج ہی کریں گی اور اپنی افواج پر یہ الزامات کسی غیر ملک کی زمین پر بیٹھ کر لگانا' میرا خیال ہے کہ یہ ذمہ داری نہیں ہے' انتہائی غیر ذمہ داری ہے اور میں دکھ محسوس کرتا ہوں کہ ایک سیاست دان نے ایسا قدم اٹھایا ہے۔ کاش! یہ statement کسی سیاست دان نے نہ دی ہوتی' کسی اور نے دی ہوتی۔

جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہوں گا کہ nuclear issue پر سیاست چمکانے والے سیاست دان پاکستان کے چودہ کروڑ عوام پر ظلم ڈھا رہے ہیں۔ اس ظلم کو انہیں بند کرنا چاہیے اور اس مسئلہ میں ملک کے عوام کے جذبات سے کھیلنا درست نہیں ہے کیونکہ وہ اس issue کے اوپر بہت برسی ہیں۔ آپ کو تو آگے بڑھنے کا ایک اچھا ground مل رہا ہے لیکن ہر میدان کھیل کا میدان نہیں ہوتا۔ کوئی عزت کا مقام ہوتا ہے' کوئی احترام کا مقام بھی ہوتا ہے' کوئی ایسا مقام بھی ہوتا ہے جس کا احترام کرنا Opposition کے مفاد میں ہوتا ہے' اور حکومت کے مفاد میں بھی ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ میں ایک بات اور بھی کہنا چاہوں گا کہ حکومت اور ہم سب کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اس ملک' پاکستان میں موجود تمام اکائیوں کا احترام قائم رکھتے ہوئے' انہیں ساتھ لے کر آگے بڑھیں اور اس ملک کے جو وسائل ہیں' ان کی تقسیم میں اس پہلو کو مد نظر رکھیں کہ اس ملک کے زیادہ وسائل' زیادہ پسماندہ علاقوں کو ملیں تاکہ وہاں ترقی ہو اور یہ سب ایک مساوی سطح پر آ جائیں۔ اس سلسلے میں بلوچستان بالخصوص ایک توجہ کا مرکز بنتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ پچھلے چار سال کے اندر بلوچستان کی تاریخ میں جتنے mega projects شروع کئے گئے ہیں' اس سے پہلے کبھی بھی نہیں کئے گئے۔ میں اس بات پر یقیناً حکومت کی تعریف کرنا چاہوں گا اور میں یہ چاہوں گا کہ وہاں زیادہ توجہ دی جائے۔ اب پاکستان میں ترقی کا سب سے زیادہ potential یقیناً بلوچستان میں ہے کیونکہ اس ملک میں اس کا رقبہ سب سے زیادہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی ترقی یقیناً اس ملک کے آگے بڑھنے کا راستہ بن سکتی ہے۔ گوادر پورٹ کے سلسلے میں کہنا چاہتا ہوں کہ وہ ایک ایسا project ہے جس کی وجہ سے یہ ملک آگے بڑھنے کے لئے یقیناً بڑے راستے تلاش کر سکتا ہے اور گوادر کے بارے میں' میں یہ کہوں گا کہ گوادر بلوچستان میں بننے والی پورٹ ہے۔ ہمیں تمام تر احتیاط ملحوظ رکھنی چاہیے کہ ہم گوادر پورٹ کو ایک جزیرہ

بنانے کی کوشش نہ کریں۔ وہاں کے بسنے والے عوام اور بلوچستان میں بسنے والے عوام کی نوکریوں میں موجودگی کو یقینی بنایا جائے۔ مستقبل میں وہاں ہونے والی development میں ان کو useful بنانے کے لئے ان کی training کرنا آج حکومت کی ذمہ داری بنتی ہے تاکہ مستقبل میں جب وہاں ترقی ہو تو وہاں کے مقامی بلوچ کا اس میں ایک حق ہو اور اس کا اس میں ایک role ہو۔اس کو ایک جزیرہ بنانا' میں اسے پاکستان کے مفاد میں نہیں سمجھتا۔

Mr. Chairman: Please try to conclude now

جناب محمد علی درانی: میں اپنی تقریر مختصر کرتا ہوں۔ میں ایک چیز جس کی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں' وہ جہالت اور غربت ہے جو ہماری دشمن ہے۔ ہمارا حقیقی دشمن ناانصافی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے عدالتی نظام میں ایک بڑے پیمانے پر تبدیلی لانے کی ضرورت ہے جس کے نتیجے میں ان اداروں سے پاکستان کے عوام کو انصاف مل سکے۔ آج ہمارا عدالتی نظام انصاف دینے سے قاصر ہے۔ جس ملک اور قوم میں انصاف نہیں ہوتا' اس قوم میں کبھی ترقی نہیں ہوسکتی اورحقیقی احترام انسانیت پیدا نہیں ہوسکتا۔ تعلیم اور صحت یہ سب issues ہیں۔

جناب والا! ایک اور بات جو میں بڑے اعتماد سے کروں گا کہ پاکستان کی معیشت کو' اس ڈوبتی ہوئی کشتی کو آج یہاں تک جو لے جایا گیا ہے' یہ بڑی اچھی بات ہے۔ آج پاکستان کے reserves کافی بڑھ چکے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان reserves کے یہاں تک پہنچنے میں ایک بڑی بات یہ ہے کہ اس leakage کو روکا گیا ہے' اس drain کو روکا گیا ہے جو drain corruption کی صورت میں ہر آنے والی چیز کو بہا کر لے جاتی تھی اور خالی خزانے اس قوم کو منہ چڑاتے ہوئے نظر آتے تھے اور دیوالیہ پن کا خوف ہر وقت قوم پر مسلط رہتا تھا لیکن خزانے میں پیسہ موجود ہونا کافی نہیں ہے ۔ جب تک اس کو economic activities میں نہیں لایا جائے گا اس وقت تک اس کا فائدہ عوام تک نہیں پہنچ سکے گا اورعوام تک فائدہ پہنچانے کی وہ شکل جس کا اعلان جناب پرویز مشرف صاحب نے اپنی تقریر میں بھی کیا اور اس سے پہلے ایک اقدام PTCL کی وزارت نے ٹیلی فون سے related جو مختلف tariff ہیں ان کو کم کرکے

پاکستان کی history میں پہلی دفعہ ایک ایسا اقدام کیا گیا ہے جہاں عوام سے مزید لینے کی بجائے عوام کو کچھ دینے کی صورت بنی ۔ اسی طرح میں سمجھتا ہوں جیسے بجلی کے وزیر جناب آفتاب شیر پاؤ صاحب کی طرف سے اور وزیر اعظم صاحب کی طرف سے اور صدر صاحب کی طرف سے یہ اعلان آ چکا ہے کہ بجلی کو سستا کیا جائے گا ۔میں سمجھتا ہوں کہ جب بجلی سستی ہوگی تو یقیناً اس ملک کے اندر ایک ترقی کا دور شروع ہوگا اور اس ملک کی معیشت آگے بڑھے گی اس کے نتیجے میں غربت کم ہوگی اور خوشحالی آئے گی ۔

میں اپنی تقریر کا اختتام جو ہے وہ صدر صاحب کی تقریر کے ان الفاظ سے کروں گا کہ "آئیے آج ہم سب مل کر عہد کریں کہ ہم پاکستان اور اس کے عوام کی خدمت ایمانداری اور دیانتداری سے کریں گے تاکہ پاکستان میں خوشحالی آئے اور عوام کی صحیح معنوں میں بہتری اور فلاح و بہبود ہو سکے" ۔ اللہ تعالیٰ صدر صاحب کو، ہم سب کو ، حکومت کو اور اپوزیشن کو بھی ان الفاظ پر صدق دل سے عمل کرنے کی توفیق اور ہدایت فرمائے۔

(ڈیسک بجائے گئے۔)

جناب چیئرمین:جناب اسفند یار ولی صاحب ۔

جناب اسفند یار ولی:جناب چیئرمین ! شکریہ ، جناب میں اپنی بات شروع کرنے سے پہلے آپ کی وساطت سے اپنے ساتھیوں سے صرف اتنا کہہ دوں، شاید کسی کو اگر بات تلخ لگے تو ان کی باری رہتی ہے، پھر اپنی باری پر بات کرلیں۔ مجھے اگر interrupt نہ کیا جائے تو میں آپ سب کا بڑا مشکور ہوں گا----

جناب اسفند یار ولی: سجاد صاحب! کبھی کبھی حقیقت بھی تلخ ہو جاتی ہے تو اس میں problem پڑ جاتی ہے ۔میں نے تو پہلی مرتبہ درانی صاحب کو سنا ، وہ الفاظ تو میری dictionary میں نہیں جو ان کے پاس تھے لیکن ان کا ایک جملہ کچھ عجیب سا میرے ذہن میں اٹکا جب انہوں نے کہا کہ ہم دو پہیے ہیں اپوزیشن اور گورنمنٹ ۔ جناب ایک میاں بیوی کے درمیان کچھ جھگڑا چلا ، میاں چھوٹے قد کا تھا اور بیوی بڑی لمبی موٹی تھی ۔ عدالت پہنچے تو جج نے کہا کہ یار یہ کیا میاں بیوی کا مسئلہ ہے، بیٹھ کر آپس میں آرام سے حل کر لو ،تو شوہر نے کہا کہ جناب

مسئلہ کیسے حل ہو ایک پہیہ ٹریکٹر کا ہے اور ایک پہیہ سکوٹر کا ہے یہ کیسے چلے گا یہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔

جناب چیئرمین! اگر صدر صاحب کی تقریر کا پہلا نکتہ میں لوں جس کو بڑے شدومد سے میرے بھائی نے بھی کہا کہ اس ملک میں سب سے بڑی وجہ کرپشن اور اقرباء پروری یعنی nepotism ہے ۔ اب آپ مجھے اس مسئلے پر تب نصیحت کریں جس پر آپ خود عمل پیرا ہوں۔ کیا میں یہ جسارت کرکے پوچھ سکتا ہوں کہ ایک طرف تو کہا جاتا ہے کہ ہم کرپشن ختم کر رہے ہیں جو صدر مملکت اب ہیں اور با امر مجبوری یہ کہوں کہ جس cabinet سے اس نے حلف لیا ۔ صدق دل سے اس طرف بیٹھے ہوئے میرے بھائی مجھے یہ بتا دیں کیا ان میں ایسے بندے موجود نہیں تھے جن پر NAB کے cases already تھے ۔ کیا قومی اسمبلی میں ایک مصنوعی اکثریت حاصل کرنے کے لیے اس ملک کی سیاسی پارٹیوں کو ٹکڑے کیا گیا یا نہیں کیا گیا؟ تو جناب چیئرمین! nepotism کیا ہوتی ہے ۔ میرے جیسا ایک سادہ political worker جو ہے اس کے لئے یہی nepotism ہوتی ہے ۔ ہمارے ہاں جب یہ cabinet بنی ہمارے فاٹا کے جو ارکان ہیں ان کا اپنا ایک مزاج ہوتا ہے ' اپنے طریقے سے یہ بات کرتے ہیں ۔ ایک ملک صاحب میرے پاس آئے کہتے ہیں کہ جناب آج فرق کا پتا چلا ' میں نے کہا کیا' تو کہنے لگے کہ کوئی 'نیب زدہ' ہے اور کوئی 'نیب زادہ' ہے ۔تو میں نے کہا کہ ملک صاحب اس کا مطلب کیا ہے تو کہتے ہیں کہ وہ نیب زدہ تو وہاں چھ فٹ چار فٹ کی کوٹھڑی میں پڑے ہیں۔ نیب زادہ جو ہیں وہ حلف لے کر وزیر بن گئے ہیں۔اب کرپشن پر میں اتنی بات کہوں گا جناب! کہ یہ ایک point ان کا ہے۔ آگے انہوں نے بات کی کہ اگر قومی ادارے نہیں چلیں گے تو حکومت کبھی بھی نہیں چل سکتی اور یہی نکتہ لے کر اس طرف سے ساتھی اٹھ کر بات کرتے ہیں جناب۔ آج تو خوشی ہے کہ وہاں سے بھی آواز اٹھی کہ اس ملک سے لوگوں کو انصاف نہیں ملتا۔ کیا میں آپ کی وساطت سے ایک بات پوچھ سکتا ہوں' جن اداروں کی بات ہم کر رہے ہیں جناب چیئرمین! اس judiciary کی بات آپ کر رہے ہیں جس کو PCO کے تحت حلف آپ نے دلوایا لیکن خود ۷۳ کے آئین کے تحت حلف لیا اور ہماری superior judiciary آج تک PCO کے حلف کے تحت کام کر رہی ہے۔ آج بھی انہوں نے 73 Constitution کے تحت حلف نہیں لیا۔ اس institution کی آپ بات کر رہے

ہیں۔ جناب! یہاں پر یہ ایک اور institution ہے۔ اس institution میں ہم چلاتے ہیں کہ بھئی آکر اہم issues پر بات کرو۔ کہا جاتا ہے کہ Adjournment Motion لے آؤ۔ جناب چیئرمین، with all due respect to the Leader of the House ایک اہم issue مجھے بتا دیں کہ گورنمنٹ نے یہاں discussion کے لئے رکھ دیا ہو۔ nuclear کا ہے تو ہم اٹھ کر بات کریں۔ انڈیا کے ساتھ confidence building measures ہیں تو ہم اٹھ کر بات کریں۔ Institution کی بات آپ بارہا کہہ رہے ہیں، President صاحب کہہ رہے ہیں، کوئی ایک مثال مجھے دیں کہ کسی ایک مسئلے کو ہم لے آئیں اس floor of the House میں اور ہم نے کہا کہ اٹھ کر بات کرو اس پر۔ ایک issue ایسا نہیں، آج تک، ایک سال ہو گیا ہے جناب، اس سینیٹ کو ماسوائے Seventeenth Amendment کے اور باقی سرکاری Bills جو اپنی جگہ ہیں، ان کی میں بات نہیں کر رہا ہوں، میں ان issues کی بات کر رہا ہوں۔ ایک issue ایسا نہیں جو گورنمنٹ نے خود یہاں اٹھایا ہو اور ہمیں کہا ہو کہ come on let Opposition speak on these issues اب تو میرا خیال ہے کہ باقی جو کثر رہ گئی تھی وہ صدر صاحب فرماتے ہیں کہ ارمان تب پورا ہوگا کہ جب National Security Council بن جائے گی۔ اب National Security Council کی constitution کو آپ دیکھیں۔ ٹھیک ہے یہ کہا جاتا ہے کہ اس کی تو صرف مشاورتی حیثیت ہوتی ہے لیکن جناب وہ کہتے ہیں کہ the advice of the strong is an order, it is not an advice اور National Security Council کے بننے کے بعد ان institutions کی کیا حالت ہوگی میں اس طرف بیٹھے ہوئے اپنے بھائیوں اور بہنوں سے یہی request کرونگا کہ ذرا اس پر سوچیں۔ ایک عجیب مسئلہ ہمیں بھی آ پڑا ہے جناب چیئرمین، کہ ایک ہی بندہ ہے جو President بھی بن گیا ہے اور جو Chief of the Army Staff بھی ہے۔ اب اس کے وہ actions جو وہ as a President کرتا ہے، اس ملک کے سیاسی worker کی حیثیت سے یہ حق رکھتا ہوں کہ میں ان کے ان فیصلوں پر تنقید کروں لیکن جب میں اس کے ان فیصلوں پر تنقید کرتا ہوں تو کہا جاتا ہے کہ فوج کو آپ بدنام کر رہے ہیں۔ تبھی تو ہم کہہ رہے تھے کہ یہ دونوں ٹوپیاں الگ کر دو۔ اگر ٹوپیاں دونوں ایک سر پر ہونگی جناب چیئرمین، تو یہ مشکلات وہاں ہونگی۔ اس کی اپنی جو professional duties ہیں

we will not discuss those, but President of Pakistan, he takes certain political decisions, we have every right to get up and discuss and criticise those and that is because they themselves had put both the caps on one head, they do not have any right then to turn around and tell us

جیسے انہوں نے کہا ہے کہ defame ہوتی ہے۔ انہوں نے یہ بھی عجیب سے الفاظ استعمال کیے کہ they have ulterior motives, let me assure you sir, we do not have any ulterior motives. ہمیں problem وہی ہے if you do not separate the two offices, till they are not separated, this is a problem that everyone will face.

جناب چیئرمین! میں آج ANP کے worker کی حیثیت سے اس بات پر فخر کر سکتا ہوں کہ وہ بات جو ہم آج سے پچاس سال پہلے کیا کرتے تھے'وہ باتیں جن کی وجہ سے ہمارے باپ' دادا کو غدار' کافر اور پاکستان دشمن کہا گیا' آج دل کو یہ بڑی تسلی ہوئی ہے کہ وہی باتیں یہاں جنرل صاحب کہہ رہے ہیں۔ لیکن عجیب بد قسمتی ہے کہ جب ہم وہ بات کرتے تھے تو ہم پر تو پاکستان دشمن اور کفر کے الزامات لگتے تھے۔ جب آج جنرل مشرف کہتا ہے تو کسی میں یہ ہمت نہیں ہے کہ وہ اٹھ کر اسے بھی کہہ دے کہ تو پاکستان کا دشمن ہے اور تو کافر ہے۔ صرف اس پر کہ آپ بیٹھ کر India سے بات کرو۔ Sir یہاں پر میرے صوبے کے لوگ بیٹھے ہیں' وہ گواہ ہیں اور جو سیاست سے دلچسپی رکھتے ہیں' وہ بھی گواہ ہیں' ایک بابڑا سے sir, چھ سو دس جنازے ہم اٹھا کر لے گئے۔ جو قربانیاں ہمارے بڑوں نے دیں' وہ قربانیاں واپس تو نہیں آ سکتی ہیں لیکن کم از کم ہمیں یہ تسلی ہوتی ہے کہ وہ قربانیاں رائیگاں نہیں تھیں۔ وہ جو بات کل کر رہے تھے' آج پوری دنیا! کر رہی ہے۔ اس میں مجھے کوئی جھجک نہیں ہے کہ میں کہوں کہ صحیح stand ہے۔ ہر بار ہم نے یہی کہا ہے کہ political issues have got to be solved politically, you cannot have military solutions to political issues. شکر ہے

وہ جو کہتے ہیں کہ

ہر چہ دانا کند کند ناداں ولیک بعد از خرابی بسیار

آج خرابی بسیار کے بعد بھی اگر یہ سوچ اور یہ ذہن بن گیا ہے تو مشکور ہیں ہم' خوش ہیں ہم۔ یہی پھر مسئلہ افغانستان کا ہے' میں ایک بات floor of the House پر واضح کر

دوں بڑے ادب سے، اپنے ساتھیوں سے القاعدہ پختون معاشرے کی اپنی پیدا وار نہیں' القاعدہ کو کسی نے جمع کیا' مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک اور سب کو لے آئے۔ صرف اس وجہ سے کہ وہ افغانستان میں تباہی کرے۔ جناب چیئرمین! آج بھی افغانستان کی حکومت یہی سوال پوچھ رہی ہے کہ وجہ کیا ہے؟ جتنی بھی افغانستان میں بدامنی ہے وہ durand line کے 35 میل دور ایک corridor میں ہو رہی ہے۔ ایک تو isolated incidents ہیں جو ہر جگہ ہوا کرتے ہیں' وہ تو اس دن Japan میں بھی ہوئے' Germany میں بھی ہوتے ہیں' England میں بھی ہوتے ہیں لیکن عام resistance تو sir میں اتنا کہہ دوں کہ جنہوں نے القاعدہ کو پیدا کیا' جنہوں نے القاعدہ کو افغانستان کے یہ جو موجودہ حالات ہیں' اس سے پہلے جب لے آئے' انہیں ہی پتا ہے کہ القاعدہ کے لوگ کہاں بیٹھے ہیں۔ Sir, میں آج television پر دیکھ رہا تھا' political agents South Waziristan اس سے Geo Television والا پوچھتا ہے کہ آپ نے کتنے غیر ملکی باشندے حکومت کے حوالے کئے ہیں یا قوم نے آپ کے حوالے کئے ہیں؟ وہ جواب میں کہتا ہے کہ کوئی نہیں۔ ہمیں صرف وہ ملے جنہوں نے انہیں پناہ دی۔ اب وہاں سے شکوک و شبہات جنم لیتے ہیں اگر مجھے یہ پتا ہوتا کہ آپ نے کسی کو پناہ دی تو بندہ میرے ہاتھوں سے کیسے نکل جاتا اور آپ میرے ہاتھ کیسے چڑھ جاتے ہیں۔ اس کا فیصلہ آپ کو اور اس ہاؤس کو کرنا ہے۔ جناب میں صرف ایک بات کہوں گا کہ

if you want a stable and progressive Pakistan, it is a must for you, there has to be a stable and progressive Afghanistan. If Afghanistan is unstable, Pakistan will be unstabled. You cannot, you just cannot move to do away with it. So, it is in Pakistan's interest, Mr. Chairman, to have a stable Afghanistan.

Nuclear profileration کی بات ہوئی۔ میں تو آج پھر وہی بات دہراؤں گا جو کہ اس دن میں نے دہرائی تھی کہ خدارا خدارا! اس ہاؤس کو اعتماد میں لیں' خدارا! اس قوم کو اعتماد میں لیں۔ یہ اتنا چھوٹا crisis نہیں جتنا ہمیں بتایا جا رہا ہے' پوری دنیا کو پتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔ اگر نہیں پتا تو اس ہاؤس کو نہیں پتا اور اس ملک کی بدقسمت عوام کو نہیں پتا کہ کیا ہو رہا

ہے۔ ایک credit تو میرے خیال میں میرے بھائی محمد علی درانی صاحب بھی he would agree with me ۔ جناب! جب کارگل کا مسئلہ آیا تو وہ بھی اتنا ہی sensitive تھا جتنا آج یہ nuclear scientists کا مسئلہ ہے ۔ Waseem sahib will bear me out, Bhinder sahib will bear me out. یہاں اسی پارلیمنٹ ہاؤس میں سینیٹ کی علیحدہ briefings ہوئیں، نیشنل اسمبلی کی علیحدہ briefings ہوئیں، جس میں GHQ کے لوگ بھی آئے انہوں نے brief کیا اور جس میں ISI کے بندے آئے انہوں نے بھی brief کیا۔ آج nuclear issue پر ہمیں کیوں brief نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ Institutions are supreme. Do we sincerely feel that they are supreme?

جناب! provincial rights and provincial harmony سے پہلے میں ایک بات کہہ دوں کہ discussing government policy in public meetings is the right of every political worker. اب میں وہاں جلسے میں جا کر سیاسی مسئلے کو نہ اچھالوں تو مجھے کوئی جگہ بتا دیں کہ میں کہاں اچھالوں۔ یہاں تو جیسے میں نے کہا وہی دو پہیے ہیں ایک سکوٹر کا ہے، ایک ٹریکٹر کا ہے اور میرا گزارا نہیں ہوتا۔ We claim to represent the people of Pakistan, as such we claim to represent the people of Pakistan, then I have every right to go to the people of Pakistan. آج اگر میں اپنے صوبے میں جا کر صرف یہ ایک بات پوچھوں کہ لوگوں کو کیوں بُرا لگتا ہے۔ جب چھ سال کے لئے صوبے سے ضلعے اٹھا کر آپ نے مرکز کے حوالے کر دیئے تو ضلعوں کی غیرموجودگی میں صوبے کی حیثیت کیا ہے، یہ ذرا مجھے کوئی سمجھا دے۔ حقیقتاً جناب چیئرمین I am being very frank، یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ ضلعے مرکز کے پاس ہیں اور آپ کہتے ہیں نہیں جناب صوبہ ہے۔ کہاں ہے وہ صوبائی خودمختاری، وہ صوبائی خودمختاری اس وقت کیوں یاد نہیں تھی جب یہاں پر یہ فیصلہ ہوا کہ vote of confidence میں پنجاب کا ووٹ اس کی تعداد پر اور بلوچستان کا ووٹ اس کی تعداد پر ہو گا۔

Why did we have leaders who wanted a bicameral House? Was it not a part of the Constitution, Mr. Chairman?

بلوچستان کو پیمانہ بنا کر باقی صوبوں کا ووٹ اس پر تقسیم ہوتا ہے۔ آج صرف numbers game پر----' یہاں جب پہلے بات ہو رہی تھی تو کہتے ہیں پنجاب کو گالیاں پڑتی ہیں۔جناب آپ صرف یہ number لے لیں کہ جو صوبوں کا ratio تھا وہ جب آپ بیچ میں سے نکال لیتے ہیں جیسے آپ نے نکالا تو what is the message that you are giving to us اور پھر کہتے ہیں نہیں آپ اس پر بات بھی نہ کریں۔

جناب! آج بھی یہ ایک حقیقت ہے جس سے اس House میں کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ اس مملکت خداداد پاکستان کی دو اکائیوں نے جنرل پرویز مشرف کو vote of confidenceمیں اکثریت نہیں دی۔ This is not a simple thing یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ آج میں اگر یہ محسوس کروں کہ number game سے جو پیغام مجھے ملتا ہے وہ یہ ہے کہ پاکستان پنجاب ہے اور پنجاب پاکستان ہے، میں سمجھتا ہوں کہ میں اس میں حق بجانب ہوں۔

I want to live in democracy and people have the right to live according to their own perception.

جناب چیئرمین! اس ملک میں ، جیسے میرے بھائی نے مجھ سے پہلے کہا کہ تاریخ سے کچھ سبق سیکھو۔ یہ نہیں کہا کہ تاریخ میں گم ہو جاؤ۔ نہیں، تاریخ سے موجودہ وقت پر آؤ لیکن کچھ سیکھو تاریخ سے۔انسان کے احساسات محرومی جو ہیں وہ کبھی کبھار بڑی غلط شکل اختیار کر لیتے ہیں and let me make a point, it is a fact that perceptions are sometimes more stronger, not sometimes but I would say always, perceptions are more stronger than facts are. Those perceptions will have to be removed. We, now I will talk on behalf of the ANP, we believe in federation but a federal system in letter and spirit. Never we will, I or the ANP, contribute anything else. You always stood for a federation and we will, *Inshallah*, stand for a strong federation

لیکن میں اتنا کہوں sir, nuclear power, being a nuclear power is not enough to keep a country together اگر صرف ایٹمی قوت سے مملکتیں اکٹھی اور یکجا رہ سکتی تھیں

تو آج سویت یونین کے اتنے ٹکڑے نہیں ہوتے جتنے ٹکڑے سویت یونین ہو گیا۔ ملکوں کو اکٹھا تب رکھا جاسکتا ہے جب وہاں احساسات محرومی نہ ہوں۔ یہاں ہم چار بھائی ہیں۔ چھوٹے اور بڑے بھائی میں عزت دینا ہمیں آتا ہے sir لیکن ہمیں بڑے بھائی کی شفقت کی ضرورت ہے۔ ہم یہ کبھی نہیں کہتے کہ کسی اور کا کمایا ہوا ہمیں حق دے دو۔ نہیں، ہم یہ کہتے ہیں جو صوبہ جو کماتا ہے خدارا! اس پر ان کے بچوں کا حق ہے وہ انہیں دے دو۔ اگر آپ کو ترقی کرتا ہوا پاکستان چاہیے تو مضبوط مرکز کا تصور آپ نے ذہن سے نکالنا ہے۔ مضبوط مرکز اور مضبوط پاکستان میں تضاد ہے۔ میں تو اتنا کہوں گا sir کہ ہم ایک ایسے بدقسمت ہیں کہ اب تک نام بھی اپنا نہیں۔ ایک geographic location اٹھا کے بیٹھا ہوں اور عجیب بدقسمتی میری کہ اگر پاکستان کا نقشہ اٹھا کر دیکھ لو تو پاکستان کا North-West Frontier Province ہے ہی نہیں سرے سے۔ وہ جو geographic location مجھے دی، وہ بھی مجھے غلط دی۔ Sir these are basic issues which have to be addressed. They have to be addressed because if they are not addressed then the repurcussions that are going to come will be very very far reaching. آج کوشش یہ کی جا رہی ہے کہ لوگ نہ بولیں۔ یہاں جب ثناء اللہ بلوچ صاحب اٹھے انہوں نے بات کہی تو وہاں سے وزیر داخلہ صاحب بھی اور باقی ساتھیوں نے بھی کہا کہ تقریریں کیا ہوئیں؟ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ جس واقعے کی بات ثناء اللہ صاحب کر رہے تھے وہ تو تقریروں سے پہلے ہوا۔ یہ پہلے کا علم یا وحی نازل کس پر ہوئی، یہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ دیکھیں جناب! جس ہال میں یہ پروگرام ہو رہا تھا، کاش یہاں پر وزیر داخلہ صاحب، اس ہال میں بہت سی political parties نے بلکہ سب political parties نے اپنے programmes کیے ہیں۔ رات کے بارہ بجے ان پر وحی نازل ہوتی ہے کہ کل وہاں پر جو تقریر ہو گی تو اس میں رضا محمد رضا نے یہ کہنا ہے۔ رات کے بارہ بجے سے لے کر صبح گیارہ بجے تک جناب! آپ کا یہ سینیٹر اور ایک یہاں کا ex Senator ہے جس کی عمر وسیم سجاد صاحب کو پتا ہے، رحیم خان مندوخیل اور رؤف مینگل تینوں کو رات دس بجے سے لے کر صبح گیارہ بجے تک اسی ہال میں بند رکھا۔ میں خود جب صبح گیا تو میں نے کہا کہ بابا یہ دروازہ کھولو تو وہاں no one in uniform بھئی دروازہ کیوں نہیں کھول رہے؟ جی حکم ہے۔ بھئی کس کا حکم ہے، جی "ان"

کا حکم ہے۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آئی جناب! وہاں ڈیڑھ گھنٹہ منت سماجت کر کے بھی مجھے یہ سمجھ نہیں آئی کہ " ان " سے ان کی مراد کیا ہے؟ پورا دن وہاں پرکنٹین بند رہی ' cafetaria ہمارا بند تھا۔

مجھے جب کسی نے کہا کہ اعظم سواتی کو گیٹ پر روکا ہوا ہے تو میں بھاگا بھاگا گیا جب میں وہاں پہنچا تو ان کا مسئلہ تو ختم ہو گیا تھا لیکن میرے خیال میں کوئی ایک گھنٹہ تک یہ بیچارے چلاتے رہے کہ میں سینیٹر ہوں، مجھے سینیٹ سیکریٹری نے یہ شناختی کارڈ دیا ہے۔ this proves I am a Senator مجھے اندر جانے دو۔ ادھر سے وہ کہہ رہے تھے " نہیں "۔ یہ کوئی رویہ ہے۔ آج وہاں سے رویوں کی بات ہو رہی ہے۔ Sir it is always and you in your heart of heart will agree with me, it is always the powerful who got to be magnanimous. It is the government who has to be magnanimous. You cannot expect the weak to be magnanimous ان کی تو مجبوری ہوتی ہے۔ انہوں نے تو magnanimous ہونا ہی ہے۔ لیکن میں اتنا ہی صرف کہہ دوں آج جو کچھ ہو رہا ہے کیا حقیقتاً آپ لوگ یہ محسوس کرتے ہیں کہ جن چیزوں کے لئے آپ پرانی گورنمنٹ کو گالیاں دے رہے ہیں کیا وہی چیزیں آپ دہرا رہے ہیں یا نہیں۔

یہ میں مانتا ہوں کل جو واقعہ یہاں ہوا یہ the Interior Minister did not do it نہ آپ کو پتا تھا نہ کسی اور کو پتا تھا it were people at the lower level who were more loyal than the king. لیکن یہ بات یہاں I want to put it on record ! اگر اس واقعے پر سنجیدگی سے گورنمنٹ نے بیٹھ کر نہ سوچا تو کل کو یہ واقعات یہاں سے کہیں بہت دور چلے جائیں گے اور دور جانے کی جتنی responsibility ہوگی وہ ان پر ہوگی۔ ہم پر نہیں ہوگی۔ yes رویوں کی ہم بھی بات کرتے ہیں۔

Mr. Chairman: Please conclude.

Mr. Asfandyar Wali: Sir, I think, I still have about six or seven minutes. I was looking at that watch when Muhammad Ali Durrani sat

down and you called me to get on but I will conclude before that. Yes, I accept the fact.

دونوں طرف سے روئیے بدلتے ہیں لیکن روئیے بدلنے میں جیسے میں نے پہلے آپ سے کہا magnanimity انہوں نے show کرنی ہے۔ Opposition magnanimous نہیں ہوسکتی۔ اگر رویہ یہی ہوتا ہے کہ آپ MMA کو تو بلائیں nuclear policy پر briefing کے لئے۔ آپ PML(N) کو بلائیں اس briefing میں، آپ پیپلز پارٹی کو تو بلائیں اس briefing میں اور باقی جو ہم ہیں، تو کہتے ہیں جی کہ یہ تو گدھے ہیں ان کو کچھ سمجھ نہیں آتی، آپ بھاڑ میں جائیں۔ کیا یہ روئیے ہیں یا یہ روئیے ہونے چاہئیں؟ We have always stood for issues and we will always stand by issues. ان میں سے نہیں جن کو باہر سے orders آتے ہیں but let me make one point very clear, I can only give you my advice if you show me your cards. یہاں problem یہ ہے کہ cards کوئی کسی کو بتاتا نہیں۔ Cards یہاں سینے سے لگے ہوئے پڑے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں آپ advice دیں۔ آپ کبھی بلائیں تو اس Opposition کو۔ آپ ان کو بلا کر brief تو کریں کہ کیا ہوا ہے۔ پھر دیکھو کہ یہ national interest کی بات آپ سے کرتے ہیں کہ نہیں کرتے۔ ایک مفروضے پر بیٹھ کر آپ کہتے ہیں کہ نہیں یہ national interest پر بات نہیں کریں گے۔ اب آپ کے مفروضوں کا علاج تو جناب چیئرمین! ہمارے پاس نہیں ہے۔ ایک سال یہاں desk آپ نے بجایا اور جب MMA نے desk بجانا بند کردیا تو آپ نے بھی desk بجانے بند کردیئے۔ بابا! ہماری تو لڑائی آپ سے یہی تھی کہ سپریم کورٹ کے پاس خود اختیار نہیں ہے کہ وہ Constitution amend کرے تو وہ پرویز مشرف کو کیسے یہ اختیار delegate کرسکتی ہے۔ ہماری لڑائی یہی تھی کہ اس کو پارلیمنٹ میں لے آؤ۔ Let Parliament approve it. You brought it to the Parliament. لیکن اگر ایک سال پہلے آپ لے آتے تو یہ ایک سال desk تو نہ بجتے۔ ہاں اس میں ایسے issues ہیں جس میں مجھے پتا ہے ان کی، MMA کی اپنی reservations ہیں، ان میں ایسے issues ہیں جن پر ہماری اپنی reservations ہیں، لیکن ان میں ایسے issues ہیں جن کو ہم ٹھیک بھی کہتے ہیں۔ تو لڑائی ہماری طریقہ واردات پر تھی۔ جب آپ کا طریقہ واردات صحیح ہوگیا تو ہم بھی صحیح

ہو گئے اور آ کر یہاں پر خاموشی سے بیٹھ گئے اور اس میں حصہ لے رہے ہیں ۔ کسی کے کاندھے کے استعمال کی ضرورت ہم نے کبھی محسوس کی ہے اور نہ ہم نے کبھی استعمال کیا ہے۔ سیاست جب بھی کی اپنے بل بوتے پر کی' اپنے کاندھے پر کی۔

بہت کچھ دیکھا جناب! بہت کچھ سے گزرے اور انشاء اللہ یہ ایک تسلی ہمیں ہے۔ آج مجھے سب سے خوش اس لئے ہونا چاہیے کہ جیسا میں نے پہلے کہا ' اس سمت آپ جا رہے ہیں جس میں ہم پچاس سال سے چلنے کے لئے چلاّ رہے تھے کہ آپ چلو۔ لیکن جب ہم چلاّ رہے تھے تو گولیاں چلیں، جیل گئے، جائیدادیں ضبط ہوئیں' سب کچھ ہوا۔

Mr. Chairman, let us all rise above personal level. They have to rise before we do but we also have to rise above personal level then they also have to rise above personal level. Where the country is today? We are at cross roads and the prime need is for national reconciliation and nationalconsensus.

اور national consensus میں بڑا role آپ کا بنتا ہے ہمارا نہیں بنتا۔

We will be a part of it, if you really, in your heart of hearts, want national reconciliation. Thank you, Mr. Chairman.

Mr. Chairman: Mir. Muhammad Naseer Mengal.

میر محمد نصیر مینگل ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ جناب چیئرمین صاحب! آپ کا بہت بہت شکریہ کہ اس موضوع پر جو صدر پاکستان نے 17th January, 2004 کو پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کیا تھا، بولنے کا موقع دیا' اس پر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ صدر پاکستان جو کہ عوامی اکثریت ووٹوں سے صدر منتخب ہوا' پھر تمام ایوانوں نے اپنی اکثریت سے اس پر اعتماد کا اظہار کیا اور یہ ایوان ایک سال تک یہ مطالبہ کرتا رہا کہ صدر صاحب جب تک ایوان سے خطاب نہیں کریں گے ہمارا پارلیمانی سسٹم تکمیل کو نہیں پہنچے گا ۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ایک سال کے مطالبے کے بعد ہمارے قول اور فعل میں تضاد

نہیں ہونا چاہیے۔ ہمیں بحیثیت ایک مسلمان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ اپنے لئے جو پسند کرتے ہو وہ دوسروں کے لئے پسند کرو اور جو بات کہتے ہو اس پر قائم رہو۔ لہذا جب انہوں نے اس کا مطالبہ کیا، معزز اراکین، اس وقت بیٹھے ہوئے ساتھیوں سے میری یہ مودبانہ گزارش ہے کہ کاش اس دن بیٹھتے اور ان کی تقریر کو سنتے جس کا ایک سال سے وہ مطالبہ کر رہے تھے۔ ہمیں بہت افسوس ہوا کہ اس مطالبے کے تکمیل کو پہنچتے ہی وہ یہاں سے چلے گئے اور ساتھ ہی دوبارہ جبکہ اس پر بحث شروع ہوئی ہے اس میں اب وہ تندوتیز تقریریں کر رہے ہیں۔ اس وقت صدر صاحب کی تقریر کو بہ نفس نفیس سننے میں ان کو کیا ایسی مجبوری یا بات تھی جس کے لئے وہ یہاں تشریف فرما نہیں ہوئے۔ اس کے لئے ان سے گلہ بھی ہے معذرت کے ساتھ، ان سے ہم یہ درخواست بھی کرتے ہیں کہ جو بات آپ کرتے ہیں اس پر قائم رہنا چاہیے اور اس پر استقامت کا ثبوت دینا چاہیے۔

صدر پاکستان نے ایک بہت مفصل اور دانشورانہ تقریر کی۔ پہلی دفعہ صدر صاحب نے بہت کھل کر مشترکہ پارلیمنٹ کے ایوان کے سامنے تمام حقائق کو قوم کے سامنے رکھا۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض معزز اراکین کہتے ہیں کہ انہوں نے کوئی لائحہ عمل نہیں دیا، انہوں نے کوئی اہم بات نہیں کی۔ جب وہ اس ایوان میں موجود نہیں تھے اور جہاں انہوں نے تقریر سننے کی تکلیف گوارا نہیں کی تو ان کو کیا پتا چلے گا کہ اس نے کوئی مفصل بات کی، کوئی لائحہ عمل دیا۔ بین الاقوامی، ملکی حقائق پر روشنی ڈالی، اس کے متعلق حکومت کی حکمت عملی بیان کی، چونکہ وہ موجود نہیں تھے اور سنی سنائی بات پر، یہ حدیث نبوی ہے کہ سنی سنائی بات پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ لہذا اگر وہ صدر صاحب کی تقریر کے وقت موجود ہوتے تو ان کو پتا چلتا۔ پہلے تو اس ایوان کی افادیت کو تسلیم کرنا چاہیے۔ اس ایوان میں ہم بیٹھے ہوئے ہیں، منتخب ہو کر آئے ہوئے ہیں، اگر ہم کہتے ہیں کہ ایوان آئینی اور قانونی نہیں ہے تو عوام کی رائے کی توہین کر رہے ہیں جن کے ووٹوں سے ہم منتخب ہو کر آئے ہیں۔ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایوان قانونی اور آئینی نہیں ہے اور اتنی ایمانی قوت ہے تو اس کو چھوڑ کر چلے جائیں کہ ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ کہاوت ہے کہ کسی نے سالن پکایا اور بیوی سے شوہر نے پوچھا کہ کیا پکایا ہے؟ تو اس نے کہا کہ مرغی پکائی ہے۔ خاوند نے پوچھا کہ کہاں سے مرغی لی ہے تو بیوی نے جواب دیا کہ چوری کی ہے۔ تو خاوند نے کہا حرام، حرام۔ بعد میں جب وہ کھانے کے لئے سالن ڈالنے لگی تو اس نے کہا کہ یہ مصالحہ اور گھی کہاں کا ہے تو بیوی نے کہا کہ گھر کا ہے۔ خاوند

نے کہا کہ سالن حلال ہے اور وہ بوٹی ٹھیک نہیں ہے۔ جب وہ سالن اس کے لئے ڈال رہی تھی تو بوٹی آنے لگی، خاوند نے کہا کہ جو خود آ جائے تو اس کو مت روکو۔ اب یہاں بھی وہی کیفیت ہے۔ کوئی چیز اپنے مزاج کے مطابق ہو جاتی ہے پھر مختلف حیلے اور بہانے بنا کر قانونی، آئینی شکل دینے کے لئے ہم تیار ہوتے ہیں۔ اگر ہمارے مزاج میں نہ آئے، کسی چیز کو برا کہنے سے پہلے یاد رکھنا چاہیے یہ حدیث نبوی ہے کہ جو اپنے لئے پسند نہیں کرتے ہو وہ دوسرے کے لئے بھی پسند نہ کرو۔ جو اپنے لئے پسند کرتے ہوئے تو وہ دوسرے کے لئے پسند کرو۔ کسی عورت کا بچہ تھا وہ شہد کا زیادہ استعمال کرتا تھا جس سے اکثر وہ بیمار رہتا تھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آئی کہ ان کے لئے دعا کرو تو آپ صلی اللہ و آلہ وسلم نے کہا کہ ایک ہفتے کے بعد آنا۔ جب ایک ہفتے کے بعد وہ آئے تو اس بچے کے سر پر آپ صلی اللہ وآلہ وسلم نے ہاتھ رکھا تو کہا کہ آئندہ شہد استعمال مت کرنا۔ عورت نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے یہ کیوں نہیں کہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ اس وقت میں خود شہد استعمال کر رہا تھا لیکن میں نے بھی اب ایک ہفتے کے لئے شہد کھانا ترک کر دیا ہے لہذا اس کا اثر ہو گا۔ لہذا جو ہم کہتے ہیں اس پر عمل کرنا چاہیے' اس کے لئے ہمیں اپنا عملی طور پر ثبوت دینا چاہیے کہ ہمارے قول و فعل میں تضاد نہیں ہے۔ یہ الیکشن ہوئے۔ یہ LFO کے تحت ہوئے۔ جی اب LFO کو ہم نہیں مانتے ہیں۔ قوت ایمانی یہ تھی کہ اسی دن سے جیسا کہ 1985 میں، میں مصطفی جتوئی صاحب کو credit دیتا ہوں کہ انہوں نے کہا کہ یہ framework ہمیں منظور نہیں ہے۔ ہم الیکشن میں participate نہیں کرتے، ہم حصہ نہیں لیتے ہیں۔ قوت ایمانی تو یہ ہونی چاہیے تھی۔ اس وقت سب نے حصہ لیا۔ اپنے لواحقین کو لے آئے اور وہ اس میں elect ہو گئے لیکن ابھی کہتے ہیں کہ اس کے مندرجات یا یہ چیزیں ہمیں منظور نہیں ہیں تو اس کے لئے روز اول سے یہ ہونا چاہیے تھا۔ اس کے بعد ہم مشکور ہیں MMA والے دوستوں کے کہ انہوں نے ساتھ دیا اور سترھویں ترمیم پاس کرائی گئی جو ایک خوش آئند چیز ہے' کاش کہ وہ ایک سال ضائع نہ کرتے۔ دوسروں کی باتوں میں نہ آتے اور ایک سال [XXX] ضائع نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ میرے ادھر سے ایک دوست کہہ گئے تھے کہ کوئی اہم issue پیش نہیں کیا گیا۔ بھائی ایک سال government treasury benches کو کہاں آپ نے موقع دیا۔---

جناب چیئرمین: یہ لفظ [XXX] کارروائی سے حذف کیا جاتا ہے۔

+ [XXX] الفاظ بحکم جناب چیئرمین حذف کئے گئے

میر محمد نصیر مینگل: کوئی بات نہیں اس کے لئے ہم کوئی دوسرا لفظ استعمال کر سکتے ہیں۔ لہذا ہم کوئی اہم issue اس وقت پیش کرتے جب کہ دونوں sides سے باہمی مشاورت ہوتی، باہمی cooperation ہوتی، جہاں بیٹھ کر حکومتی اقدامات کو تنقید کا نشانہ بناتے لیکن ایک سال پورا اس issue میں ضائع ہوا کہ وہ بائیکاٹ کرتے رہے تو گورنمنٹ اس میں لگی ہوئی تھی۔

11 ستمبر کے بعد جو واقعات ہوئے کیا اس کے لئے اہم اقدامات نہیں کئے گئے؟ اس کے بعد جو کچھ افغانستان میں ہو رہا تھا، جو کچھ عراق میں ہو رہا تھا اور جو کچھ ہمارے ساتھ ہونے والا تھا تو اس کے لئے ہم President کو خراج تحسین پیش کرتے، اس نے جس حکمت عملی سے کام لیا، آج ہم افغانستان کی حالت کو دیکھ رہے ہیں۔ عراق میں ہم دیکھ رہے ہیں۔ لیبیا اور ایران کتنی شوخی سے بات کرتے تھے اب followers کی باتوں میں آ گئے تو لہذا جنرل صاحب نے اس دوران میں اپنی کماحقہ دانش وارانہ قیادت کا ثبوت دے کر عالمی بحران سے پاکستان کو بچایا، تباہی سے پاکستان کو بچایا۔ پاکستان اب ایک عظیم ملک بن چکا ہے۔ معاشی لحاظ سے مضبوط ہو چکا ہے۔ آج ہمارے پاس زر مبادلہ کا ذخیرہ ہے۔ آج ہم Euro Bonds کا کاروبار بھی کر رہے ہیں اور جیسے شوکت عزیز صاحب نے کہا کہ بھئی ہم IMF کے چنگل سے نکل رہے ہیں۔ یہ تمام ایسے اقدامات ہیں کہ جو اس دوران میں ہوتے رہے ہیں۔یہ استقامت ایک اچھی leadership کی وجہ سے ہوئی ہے۔ ساتھ ہی حکومتیں بن گئیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ حکومت قانونی ہے کیوں کہ عوام کی طرف سے آ گئی ہے۔ پھر وزیراعظم کا انتخاب ہوا، Cabinet بنی، اس کے ساتھ ہی جمالی صاحب ہمارے بلوچستان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم جنرل صاحب کے مرہون منت ہیں اور پنجاب کے کہ آبادی کے لحاظ سے یا اکثریت کی لحاظ سے ہمیں وزارت عظمی کا منصب نہیں مل سکتا تھا، یہ ان کے تعاون، ان کی کوششوں سے ممکن ہوا، انہوں نے ہمارے بلوچستان کے ساتھ احساس محرومی کو ختم کرنے کے لئے ایک اہم اقدام کیا اور پہلی دفعہ وزارت عظمیٰ بلوچستان کے حوالے کی۔ جناب! Rules of Business ہوتا ہے، Constitution ہے لیکن کہتے ہیں کہ جی وزیر اعظم بے اختیار ہے۔ بھائی ہر ایک کے اپنے اختیارات ہیں، اپنی حدود ہیں۔جس وزیراعظم نے اپنی حدود سے تجاوز کیا، آپ دیکھیں اس کا کیا حشر ہوا؟ جمالی صاحب کو ہم credit دیتے ہیں کہ وہ مشاورت سے کام

لے رہے ہیں۔ انہوں نے President سے اچھے تعلقات استوار کیے ہوئے ہیں۔ اگر مشرف صاحب سے ملتے ہیں تو وہ India کے President سے نہیں مل رہے۔ وہ کسی باہر کے ملک سے ہدایات نہیں لے رہے ہیں۔ مشرف صاحب یہاں کے قانونی، آئینی صدر ہیں۔ جمالی صاحب ان سے دو دفعہ یا دس دفعہ مشاورت کرتے ہیں تو یہ مخالفت اور دوری کا خمیازہ بھگتنے، وزارت عظمیٰ سے ہٹانے اور جو اقدامات کیے گئے وہ سب کو معلوم ہیں، ان کی بجائے ایک اچھی چیز ہے۔

چند لوگ یہ الزام لگاتے ہیں کہ فوج بار بار مداخلت کرتی ہے اور Treasury Benches والے فوج کی حمایت کرتے ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ پاکستان کی فوج ہے، اس پر ہمیں فخر ہے۔ یہ انڈیا کی فوج نہیں ہے، یہ باہر کی فوج نہیں ہے۔ اس فوج کو مضبوط کرنا ہمارا مقصد ہے تاکہ ہمارا ملک مضبوط ہو۔ کوئی ملک بری نظر سے اس کی طرف نہ دیکھ سکے اور اس پر حملہ کرنے کی ہمت نہ کر سکے۔ اللہ کے شکر سے افواج پاکستان اتنی مضبوط ہیں کہ وہ ہر حملے، ہر کارروائی کا جواب دے سکتی ہیں۔ لہذا میں اپنے بھائیوں سے عرض کروں گا کہ کون سا سسٹم، کون سا دور رہا جس میں فوج کے ساتھ باہمی مشاورت نہیں کی گئی اس کی بات کیبنٹ میں شامل نہیں ہوئی؟ آیا Civilian Chief Martial Law Administrator ایک بنا وہ کس حیثیت سے؟ وہ انہی politicians میں سے تھا۔ اس کے بعد جونیجو صاحب کی حکومت کس طریقے سے ختم ہوئی؟ کس نے آکر ضیاء الحق سے کہا کہ آپ کے کچھ جرنیلوں کے خلاف اقدامات ہوں گے؟ یہی ہمارے سیاست دان تھے۔ وہ کون تھے جن کو جنرل اسد درانی لاہور سے ہیلی کاپٹر میں اٹھا کر GHQ میں لایا۔ نوابزادہ نصر اللہ صاحب سے consult نہیں کیا گیا اور تبدیلی لائی گئی۔ کون تھے؟ انہی میں سے تھے۔ وہی میں نے ابھی بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ اپنے لیے جو پسند کرتے ہو، دوسروں کے لیے پسند کرو۔ جو اپنے لیے ناپسند کرتے ہو، دوسروں کے لیے ناپسند کرو۔ جب ان کو موقع ملتا ہے، جب مواقع آتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ فوج بھی اچھی ہے۔ ایجنسیاں ہیں، ادارے ہیں کیا ان کی بریفنگ یہی ادارے، یہی ایجنسیاں نہیں کرتیں جو گورنمنٹ کے حصے ہیں۔ These are the parts of government. خدانخواستہ باہر کے، را، خاد، موساد وغیرہ کے تو نہیں ہیں۔ سی آئی اے کے نہیں ہیں، ایف بی آئی کے نہیں ہیں۔ اسی ملک کے ہیں، جب آپ حکومت میں ہوتے ہیں تو انہی سے مشاورت لیتے ہیں۔ ضیاء الحق بھی فوجی تھا آخر

تک وہ اپنی یونیفارم میں تھا۔ اسی کیبنٹ میں ہمارے دوستوں نے، بزرگوں نے شمولیت بھی اختیار کی۔ اس کے ساتھ ہی اگر ہم مشرف کے ساتھ اسی یونیفارم میں کام کرتے رہے، یا اس کا ساتھ دیا تو یہ کونسی معیوب بات ہے۔ لہذا ہمیں ایسی چیزوں سے جو ہمارے عمل اور کردار میں تفاوت پیدا کریں، ان کو ہمیں avoid کرنا چاہیے۔

اس کے ساتھ جنرل صاحب نے اپنی تقریر میں چار اہم چیزیں بتائیں کہ اگر ہم نے ان کا تدارک نہیں کیا تو پاکستان ایک مصیبت میں پھنس سکتا ہے۔ پہلے کبھی آپ کے صدر، آپ کے چیف آف آرمی سٹاف عوام کے سامنے، پارلیمنٹ کے سامنے آکر اس قسم کی صاف گوئی سے کام نہیں لیتے تھے۔ He is the first man جس کو credit جاتا ہے۔ میرے دوستوں نے کہا کہ جی مشاورت نہیں ہوتی ہے۔ عراق کا مسئلہ ہوا اس میں تمام politicians کو ایوان صدر میں، GHQ میں بلایا، اس نے بریفنگ دی۔ ہندوستان کے ساتھ مسئلہ ہوا، اس نے سب سے بات کی۔ ابھی افغانستان کے سلسلے میں جو ہوتا رہا تمام ایم این ایز، سینیٹرز سب سے اس نے مشاورت کی۔ کون سا مرحلہ تھا جب انہوں نے مشاورت نہیں کی؟ لیکن چونکہ ہم نے موقع نہیں دیا، جس طریقے سے تھا کہ آپس میں cooperation نہیں رہا۔ حکومت اور اپوزیشن میں اختلاف رائے رہا۔ ایک سال تک ہم نے جھگڑا کیا تو اس کا credit ہمیں کسی اور کو نہیں دینا چاہیے، اپنے گریبان میں ہمیں دیکھنا چاہیے۔ انہوں نے جوہری پروگرام کے متعلق بتایا کہ جی roll back ہو رہا ہے۔ کشمیر رول بیک ہو رہا ہے۔ ابھی ایک دوست نے کہا کہ جی ہم پر الزام ہوتا تھا کہ تم بات کر رہے ہو۔ میں اس کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں، اس میں اور اس میں فرق ہے۔ اس وقت ہندوستان کشمیر کے issue کو ماننے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اس کے لئے بات کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ میں خود سفیر رہا ہوں۔ باہر جب ہم کام کرتے تھے تو ہندوستان کا Ambassador ادھر جا کر کہتا تھا کہ کشمیر کو تو ہم تسلیم نہیں کرتے۔ کس موضوع پر بات کی جائے۔ آج جنرل مشرف کی قیادت اور اس کی صلاحیتوں کی وجہ سے ہندوستان بات کرنے کے لئے تیار ہوا ہے۔ کشمیر کو اس نے issue تسلیم کر لیا ہے۔ جب تسلیم کر لیا ہے تو بات چیت میں کون سا حرج ہے۔ اس لئے یہ کہتے ہیں کہ اس نے roll back کرنے کے لئے کہا ہے۔ بھائی آپ خوامخواہ کسی کو مورد الزام نہ ٹھہرائیں، آپ تمام اخبارات کو دیکھیں ان میں وہ کہتے ہیں کہ ایٹمی پروگرام کو جان

دے کر بچائیں گے۔ صدر مشرف، میں آخری آدمی ہوں گا جو کشمیر اور ایٹمی پروگرام پر سودا کروں۔ اس سے زیادہ میرے بھائی کیا چاہیے۔ اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان کشمیر کے سلسلے میں خوش اسلوبی سے بات چیت چل رہی ہے، مجھے امید ہے کہ کشمیر کا مسئلہ عوام کی خواہشات کے مطابق حل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ دونوں ملکوں کے وزراء خارجہ کے درمیان مذاکرات جولائی اور اگست میں ہونگے۔ جب بات چیت ہو رہی ہے۔ ایک مسئلہ حل ہو رہا ہے پھر بھی ہم کہیں کہ مشرف صاحب غلط کہہ رہے ہیں، ہندوستان سے کیوں بات کریں۔ پہلے ہندوستان اس چیز کے لئے تیار نہیں تھا۔ یہ ان کی مدبرانہ پالیسی تھی جس کے لئے انہوں نے اس کو تیار کیا۔ اس کے علاوہ اور کئی اخبار ہیں جن میں انہوں نے یہ clear کہا کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم اسے roll back کرنے کے لئے کہیں۔ عوام کو ہم خواہ مخواہ misguide کریں کہ جی یہ roll back ہو رہا ہے۔ roll back کی رٹ لگانے والے سیاست دان مطمئن رہیں، ایٹمی پروگرام پر کوئی مصالحت نہیں ہوگی۔ یہ 22 تاریخ کا نوائے وقت ہے۔ اس کے باوجود ہم کہیں کہ ایک آدمی کشمیر کا سودا کر رہا ہے۔ اس نے صاف طور پر کہا ہے کہ میں اپنی جان کی بازی لگاؤں گا لیکن اس پر کوئی roll back نہیں ہوگا۔ ساتھ ہی میزائل سسٹم کا انہوں نے ذکر کیا ہے ۔ ایک دو مہینے میں انہوں نے بتایا کہ وہ خبر آپ سنیں گے کہ ہمارے پاس وہ اسلحہ ہوگا delivery, capability اتنی ہوگی کہ وہ maximum range کا ہوگا۔ ہمیں ایسی باتوں کے لئے ان پر اعتبار کرنا چاہیے۔ ان کا ان اقدامات میں ساتھ دینا چاہیے۔ تنقید برائے تنقید نہیں کرنی چاہیے۔ مخالفت برائے مخالفت نہیں کرنی چاہیئے۔ وہ ملک کا صدر ہے، اگر یونیفارم پہنا ہوا ہے تو وہ افواج پاکستان کی یونیفارم ہے۔ اس کی عزت ہماری عزت ہے۔ لہذا اس کے جوہری اقدامات نے ہندوستان کو مجبور کر کے کشمیر issue پر بات کرنے کے لئے تیار کیا ہے۔ خارجہ پالیسی کامیاب جا رہی ہے۔

جناب چیئرمین : مینگل صاحب! وقت کا خیال کریں۔

میر محمد نصیر مینگل : کچھ لوگ کہتے ہیں کہ باہر کی forces ہیں۔ وہ clear cut کہا گیا ہے کہ کوئی ایف بی آئی کی forces نہیں ہیں، پاکستان کی اپنی افواج ہیں۔ میرے ایک

دوست کہہ رہے تھے کہ القاعدہ ان کی بنائی ہوئی ہے۔ بھئی کسی کو اگر آپ بناتے ہیں، کسی کی اگر مدد کرتے ہیں لیکن جب وہ نافرمان ہوتا ہے۔ آپ کے خلاف کام کرتا ہے تو آپ کو تمام اقدامات کرنے ہوتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو کہا کہ سجدہ کرو، اس نے نہیں کیا تو اس وقت وہ معتوب ہوگیا اور شیطان العین مقرر ہوا۔ ہمارا جو ساتھ دیں، ہمارے ملکی مفادات کا تحفظ ہو گا، ہمارے ملکی مفادات کے تحفظ کو کسی سے نقصان نہیں ہو گا، ہمیں کسی سے بیر نہیں ہے۔

Mr. Chairman : Please conclude now.

میر محمد نصیر مینگل : جناب! چند منٹ آپ سے لوں گا۔ میں اپنے دوست کا جواب دے رہا تھا۔ ان کے اقدامات جو انہوں نے کئے، خواتین کو ان کا مقام دیا ہے، اس کے علاوہ انہوں نے جو بلوچستان کے لئے کیا ہے، میں اس پر آتا ہوں کیونکہ میرا تعلق بلوچستان سے ہے۔ جو میگا پراجیکٹ شروع کئے ہیں، گوادر ہے، کچھی کنال ہے، میرانی ڈیم ہے اس کے علاوہ coastal highway ہے اور ریلوے لائن کے ذریعے چمن سے لے کر وسط ایشیا تک لے جانا ہے۔ تو اتنے کام کبھی بلوچستان میں نہیں ہوئے تھے تو ہم اس کا کریڈٹ جنرل پرویز مشرف کو دیتے ہیں کہ جب کوئی نیکی کرتا ہے۔ ہمارے خان آف قلات نصیر خان مرحوم ہوتے تھے جس نے پانی پت کی تیسری لڑائی میں احمد شاہ ابدالی کے ساتھ مل کر فتح حاصل کی۔ اس نے کہا ہے کہ اگر کوئی باحیاء اور ایک ذی شعور بلوچ کو دودھ کا ایک گلاس دے دے تو ۱۰۰ سال تک وفا کرنا چاہیے۔ اگر ہمارے پاس کوئی ایسے اقدامات کرتا ہے، اچھائیاں کرتا ہے۔ ہمیں کوئی ترقی دینے کی کوشش کرتا ہے تو ہمیں چاہیئے کہ اس کا اعتراف کریں۔

Mr. Chairman: Please conclude now.

مینگل صاحب، آپ کا time ختم ہو گیا ہے۔ ابھی جلدی ختم کریں کیونکہ اور بھی کافی speakers ہیں۔ مہربانی کرکے سب وقت کا خیال رکھیں۔

میر محمد نصیر مینگل : جناب چیئرمین! دو منٹ سے زیادہ نہیں لوں گا۔ بلوچستان میں جو میگا پراجیکٹس بنے ہیں۔ گوادر میں ملازمتوں کے سلسلے میں بلوچستان کے لوگوں کو ترجیح دینی چاہیے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ fresh graduates لے کر ان کی تربیت کا انتظام کیا

جائے تاکہ دوبارہ ان کو کھپایا جائے اور ان کا احساس محرومی ختم ہو۔ اس طرح coast guards ہیں ان میں مقامی لوگوں کو بھرتی کرایا جائے لیکن اس میں کچھ ان کی طرف سے زیادتیاں ہوتی ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے Minister of Interior سے کہوں گا کہ ذرا ان پر بھی کنٹرول رکھیں۔

معدنیات ہمارے پاس ہیں ان کے لئے وسیع پالیسی ہونی چاہیے تاکہ معدنیات کے سلسلے میں lease کرنے والوں کو اور دوسروں کو قرضے ملیں اور اس کو ہم آگے لے جائیں۔ بلوچستان امیر ترین صوبہ ہے لیکن اس کے وسائل کو صحیح ترقی نہیں دی گئی ہے۔ ہم موجودہ حکومت سے توقع کرتے ہیں۔ وزیر اعظم ہمارا ہے۔

جناب چیئرمین: مینگل صاحب، آپ کا time بہت زیادہ ہو گیا ہے۔ مہربانی کر کے تشریف رکھیں۔

میر محمد نصیر مینگل: صوبہ بلوچستان میں کیڈٹ کالج بن گیا ہے۔ خواتین یونیورسٹی قائم ہوئی ہے۔ تو اس سے زیادہ ہمارے لئے کیا ہونا چاہیے؟ ہمارے لوگوں کو کھپایا جائے۔ ان کا احساس محرومی کے جو خدشات ہیں اور لوگ ان کو exploit کرتے ہیں انہیں ختم کیا جائے اور ہمیں روزگار کے مواقع فراہم کئے جائیں۔

انہوں نے جنرل صاحب کے مکے کا ذکر کیا ہے۔ جنرل صاحب نے Parliamentarians کو مکا نہیں دکھایا ہے۔ اس نے اپنے دشمنوں کو دکھایا ہے اور ان کو کہا ہے کہ اس مکے کے ساتھ ان کا مقابلہ کریں گے۔ یہ مکا پہلے لیاقت علی خان نے دکھایا تھا۔

آخر میں تمام سیاستدانوں سے میں گزارش کروں گا کہ آپس میں رواداری اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اس قوم کی خدمت کرنی چاہیے۔ اگر یہ سب ملیں گے اور ایک ساتھ کام کرنے کا جذبہ پیدا کریں گے تو نہ فوج کو مداخلت کی ضرورت پڑے گی اور نہ وہ ہمت کریں گے۔ ان کو لانے والے، دعوت دینے والے اور ملوث کرنے والے ہم ہی ہوتے ہیں۔ خدارا! آج اسی platform سے تمام سیاسی پارٹیوں کے اکابرین یہ تہیہ کرلیں کہ آئندہ کچھ بھی ہو ہم آپس میں مسائل طے کر کے کسی تیسرے فریق کو آگے نہیں لائیں گے۔ میں لکھ کر دیتا ہوں کہ

کوئی فریق آنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ Thank you very much.

جناب چیئرمین: ڈاکٹر عبداللہ ریاڑ۔

ڈاکٹر عبداللہ ریاڑ:

سو پیکاں تھے پیوست گلو جب چھیڑی شوق کی لے ہم نے

سو تیر ترازو تھے دل میں جب ہم نے رقص آغاز کیا

محترم چیئرمین! آج آپ کے توسط سے President کی ۱۷ جنوری ۲۰۰۴ء کی تقریر میں چار خطرات کی نشاندہی کو میں عوامی عدالت میں لے کر جانا چاہتا ہوں۔ اس عوامی عدالت میں اس بات کو لے کر جانا چاہتا ہوں جس کے کٹہرے میں اس ملک کے تمام صحافی، تمام ادارے، تمام جریدے، تمام سیاسی جماعتیں، تمام مذہبی جماعتیں، تمام قوم پرست جماعتیں، پاکستان کی افواج اور تمام security establishment کھڑی ہونی چاہیے۔

جناب چیئرمین، میں ایک اور بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ جو کل غلط تھی، وہ آج غلط ہے۔ جو آج غلط ہے وہ کل غلط تھی۔ جو پالیسی 9/11 سے پہلے غلط تھی وہ 9/11 کے بعد غلط ہے۔ جو کل حلال تھا وہ آج حلال ہے اور جو کل حرام تھا وہ آج حرام ہے۔ تو بخدا! میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ 9/11 کا سہارا لے کر اپنی ماضی کی کوتاہیوں کا ازالہ کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ میں اس کٹہرے میں، اس عدالت میں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں۔ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ کشمیر میں ہم infiltration کرتے ہیں۔ کشمیر کے بارے میں ہماری پالیسی پر الزام لگایا جا رہا ہے۔ مجھے بتایا جائے کہ مریدکے سے لے کر مظفر آباد تک جو بربریت جہاد کے نام پر تجارت کرنے والوں، قربانی کی کھالیں لینے والوں اور غریبوں کے بچوں کو قربان کرنے والوں نے کی، انہوں نے کشمیر کی کیا خدمت کی ہے۔ ان کی پشت پناہی کرنے والوں کو آج کٹہرے میں کھڑا کرنا چاہیے اور عوام کی عدالت میں ان سے یہ پوچھا جانا چاہیے کہ ان معصوم عوام کے ساتھ کیا کیا ظلم کئے گئے ہیں اور ان کے ذمہ دار کون ہیں؟ ہمیں آج یہ کہا جاتا ہے کہ آج جہاد یا cross border infiltration نہیں کرنی چاہیے۔ کاش! یہ فیصلے کسی دباؤ کے بغیر کئے ہوتے۔ کاش! یہ فیصلے ملک کے عوام کے مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے آج سے بہت پہلے کئے ہوتے

تو ہم بھی فخر سے کہتے کہ ہم کسی دباؤ کے بغیر ایک اچھے نتیجے پر پہنچے ہیں۔

جناب چیئرمین! ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ افغانستان کے بارے میں across border ، across the line ہم پر الزام ہے کہ ہم وہاں پر دہشت گردی میں ملوث ہیں۔ میں پوچھنا چاہوں گا کہ Geneva Accord کرنے والے وزیر اعظم کا کیا حشر ہوا؟ Geneva Accord میں جن باتوں پر اتفاق ہوا تھا' ان کا کیا ہوا؟ محمد خان جونیجو صاحب کی fate کا کیا ہوا؟ میں افغانستان کے Policy drivers and policy managers اور ان کے اتحادیوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے افغانستان کے ساتھ کیا کیا؟ آپ نے کس فلسفہ کو دیکھ کر تورا بورا کے پہاڑوں میں اپنی strategic depth ڈھونڈی تھی۔ جنرل بیگ سے یہ سوال کیوں نہیں کیا جاتا؟ اس ملک کے مستقبل سے ہر وقت کیوں کھیلا جاتا ہے۔ ہر دور میں یہ بات کی جاتی ہے۔ اسلام کے نام پر ' جہاد کے نام پر' تجارت کرنے کے نام پر' تنگ نظری کے نام پر' ہمیں مجبور کیا جاتا ہے اور آج سنایا جا رہا ہے کہ ہم پر دہشت گردی کے الزامات ہیں' ہمیں اس سے retrieve کرنا چاہیے۔ جناب چیئرمین! کاش یہ فیصلہ وقت سے بہت پہلے' ملک کے مفادات کو مدنظر رکھ کر کیا ہوتا۔ میری جماعت پاکستان پیپلز پارٹی نے مارچ 1980 میں پشاور میں Central Executive Committee کے اجلاس میں یہ کہا تھا کہ افغانستان کے معاملات میں مداخلت کرنا ہماری پالیسی نہیں ہونی چاہیے۔ اچھے پڑوسی ملک کی حیثیت سے ہمیں انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔ جناب چیئرمین! مجھے یہ بتایا جاتا ہے کہ ہم پر nuclear کا الزام ہے۔ چند ہفتے پہلے یہاں میں یہ بات کھل کر کہہ چکا ہوں۔ کافی دوستوں کو قومی ہیرو کے نام پر بڑی تکلیف ہوئی تھی۔ مجھے خوشی ہے کہ چند ہفتوں کے بعد ملک کے صدر نے بھی ان ہی باتوں کو اسی طرح سے پیش کیا۔ میں اس سلسلے میں اور زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہوں گا۔ صرف اتنا کہنا چاہوں گا کہ کاش! اس مسئلہ کو حل کرتے وقت ملک کی تمام سیاسی جماعتوں کو ساتھ لے کر چلا جاتا۔ ایک یکجہتی کی بنیاد پر یہ کام ہوتا ۔ جناب والا! ہم نے کوئی چوری نہیں کی تھی ۔ Pakistan is a nuclear weapon state. We are not signatory to any International Treaty. We should not behave like guilty chickens but we did. وہ اس لئے کہ ہم میں internal یکجہتی اور اتحاد نہیں تھا اور اس کے لئے کوئی کوشش بھی نہیں کی گئی۔ صدر مشرف صاحب! آپ کے

یہاں پر جو سیاسی wooden pawns ہیں' سیاسی snob pieces ہیں' ان کی پالیسی تو صرف اتنی تھی کہ "مٹی پاؤ تے چپ کراؤ"

Shame on that kind of attitude. We should be aggressive, forceful and forthright in making the point of view of our national security. We are a weapon state and we must behave credibly, like a determined nation, state which has nuclear weapons and its delivery system.

آخر میں' میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ صدر پاکستان نے یہ کہا کہ extremism کا ہم پر الزام ہے۔ خدا را! ہوش کے ناخن لیں۔ کیا یہ extremism نہیں ہے؟ یہ حقیقت ہے کہ اس ملک میں extremism ہے۔ جس ملک میں شیعہ سنی کو قتل کیا جا رہا ہو' جس ملک میں مساجد میں قتل عام ہو رہا ہو' جس ملک میں شریعت کے نام پر اقتدار کو طول دینے کی کوشش کی جا رہی ہو' جس ملک میں حسبہ ایکٹ کے نام پر محدود سوچ ہم پر مسلط کرنے کی کوشش کی جا رہی ہو' تو کیا یہ extremism نہیں ہے کہ بچیوں کے سکولوں کو بموں سے اڑایا جا رہا ہو تو یہ extremism نہیں ہے ۔ جناب چیئرمین ! یہ کیوں کہتے ہیں کہ ہم پر الزام ہے for God's sake آپ enlightened moderation کی بات کرتے ہیں اور جو آپ کے اتحادی ہیں وہ اس پر believe ہی نہیں کرتے ۔ آپ خچر کے اوپر گھوڑے کا سامان رکھ کر گھوڑا سواری کرنا چھوڑ دیں ۔ مجھے اس بے حسی پر ایک شعر یاد آتا ہے ۔

اس قدر بے حس ہیں اس شہر کے اہل ایماں
چھتریاں تان کر بارش کی دعا کرتے ہیں

جناب چیئرمین ! آخر میں صرف اتنا کہوں گا کہ اس ملک میں enlightened moderation کی بات کرنی ہے' اس ملک کو اگر ' libral ,democratic progressive پاکستان بنانا ہے تو آپ کو یہ چاہیے کہ اس پارلیمنٹ میں وہ لوگ' وہ جماعتیں جو اس پر believe کرتی ہیں' جن کی اس میں conviction ہے' ان کو جناب صدر مملکت اپنے اعتماد میں لو اور غلط گھوڑوں پر سواری کرنے سے چوٹیں بھی آجاتی ہیں ۔ آخر میں صرف اتنا کہوں گا

دنیا نے تجربات و حوادث کی شکل میں
جو کچھ مجھے دیا وہ لوٹا رہا ہوں میں

جناب چیئرمین: مسٹر عبدالرزاق تھہیم۔

جناب جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرزاق تھہیم: جناب والا! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے time دیا۔ دونوں sides سے بہت اچھی تقریریں ہوئی ہیں مگر میں آپ کی توجہ Rule 31 کی طرف دلاؤں گا۔ میں وہاں تک confined ہوں۔ Rule 31 says:

"On the day allotted under Rule 30, the Senate may discuss the matters referred to in such Address on a motion of thanks moved by a Minister or member." So I will start.

صدر صاحب نے کونسے matters refer کیے ہیں۔ اس کے بعد جو نکات اٹھائے گئے ہیں اس کے لیے مجھے کچھ کہنا نہیں ہے۔ Address میں پہلا نکتہ یہ ہے کہ میں نے اپنے وعدے پورے کیے۔ nepotism, terrorist کشمیر، نیوکلیئر، دوسری باتیں بھی صدر محترم نے اپنی تقریر میں فرمائی ہیں۔ تعلیم کے متعلق کہا ہے۔ minorities کے لیے کہا ہے۔ سترہویں ترمیم اور نیشنل سکیورٹی کونسل۔ تو جناب میں پہلے point کو لیتا ہوں۔ جیسے میں نے پہلے عرض کیا کہ میں sequence میں لے رہا ہوں۔ میں جنرل تقریر میں بھی کچھ باتیں time کی حد میں رہ کر عرض کروں گا۔ کن حالات میں جنرل مشرف نے take over کیا اور اس میں جانے کی ابھی ضرورت نہیں ہے اور نہ میں بات کروں گا۔ سب کو علم ہے جیسے اقتدار میں آئے۔ اس کے اقتدار کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا گیا۔ سپریم کورٹ نے ظفر علی شاہ کیس میں سب کو سنا، سننے کے بعد judgement دی کہ تین سالوں میں election کرانا ہونگے۔ تین سالوں میں election ہوئے اور ہم بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد Prime Minister elect ہوا۔ صوبوں میں Chief Ministers elect ہوئے۔ ججوں کی جو مدت تھی جو سترہویں ترمیم تھی وہ demand کی طرف curtail کرکے ان کو اپنی اسی age پر retire کر دیا گیا۔ ایک سال LFO کی باتیں چلتی رہیں۔ اسی کی negotiations میں اپوزیشن کی demand پر سترہویں ترمیم کے تحت vote of confidence لے لیا۔ ۲۹ article میں سے فقط ۷ disputed تھیں وگرنہ اگر ۲۲ disputed

ہوتیں تو وہ نہ رہتیں اور ہم بھی نہ ہوتے ۔ نیشنل اسمبلی بھی نہ ہوتی women seats بھی نہ ہوتیں۔ تو اس لئے میں یہ عرض کر رہا تھا کہ پہلے point میں جو انہوں نے کہا ہے کہ میں نے اپنے وعدے پورے کئے ہیں یا نہیں؛ تو کوئی ایسا وعدہ نہیں ہے جو اس نے وفا نہ کیا ہو۔ اس کے بعد کیا ہوا جناب! اس وقت ہم terrorist declare ہونے والے تھے، اس وقت ہم defaulter ہونے والے تھے، اس زمانے میں کشمیر میں بہت لڑائی چل رہی تھی تو اللہ کی مہربانی سے اب ہم terrorist نہیں ہیں، ہم خود terrorism کا شکار ہیں۔ Sir, House may be put in order

Mr. Chairman: Please, the honourable member may please be heard and let's have the House in order.

جناب جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرزاق تھہیم : Sir, I am not asking anybody, I am requesting, اس کے بعد جناب! LOC پر لڑائی کم ہو گئی ہے، مار دھاڑ ختم ہوگئی ہے اور کشمیر کا جو issue تھا اس پر باتیں شروع ہو گئی ہیں۔ تو ان چار سالوں میں یہ چیزیں ہوئی ہیں۔ اس کے بعد یہ کہنا کہ اس نے کوئی وعدہ پورا نہیں کیا؛ درست نہیں۔ اس کے بعد اور چیزیں بھی ہیں۔ یہی demand تھی، LFO میں ہم سارے تھے۔ کچھ پارٹیوں نے participate کیا۔ انہوں نے کہا کہ dead line صدر مملکت دے دیں کہ uniform اتاریں گے، وہ بھی مان لی گئی کہ دسمبر 2004 تک، یہ uniform کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ Seventeenth Amendment پارلیمنٹ میں لائیں، پارلیمنٹ میں لائی گئی۔ یہ واقعہ کوئی نیا نہیں ہے۔ 1985 کو اگر ہم یاد کریں تو اس وقت بھی 8th Amendment کی صورت میں Article-270(a) اسی میں ڈالا گیا۔ تو اس پر کہنا کہ صدر نے کوئی وعدہ پورا نہیں کیا، میں سمجھتا ہوں کہ یہ بے انصافی ہے۔ ایک اچھے view کو بھی اجاگر کرنا چاہیے۔ اگر criticism ہو تو وہ بھی میں سمجھتا ہوں کہ healthy قسم کا ہونا چاہیے۔ تو میں عرض کروں گا کہ یہ پہلا point تو میں نے ایسے deal کیا ہے۔ دوسرے points چار صدر صاحب نے جن کا ذکر کیا تھا جو ہماری زندگی کا سوال ہے Nuclear. کے بارے میں پہلے بڑی discussion ہو چکی ہے۔ میں اس discussion کو پھر repeat کرنا

نہیں چاہتا۔ فقط اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ کوئی بھی اگر nuclear proliferation میں پیسے کے لئے involve ہے تو یہ اس کا اپنا فعل ہے، گورنمنٹ کا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور اللہ کی مہربانی سے ابھی جو ہم دیکھ رہے ہیں، سارے countries یہ مان رہے ہیں کہ پاکستان گورنمنٹ اس میں involve نہیں ہے اور جو بھی اس میں guilty ہو تو خدارا! اس کو معاف نہ کریں۔ جو ملک سے غداری کرتا ہے پیسے کے لئے چاہے وہ کوئی بھی ہو، میں خود ہوں یا کوئی بھی انسان ہو تو اس بات سے ہٹ کر صرف یہ دیکھنا چاہیے کہ اس nuclear programme کو safe رہنا چاہیئے۔ انشاء اللہ یہ safe ہو گا۔

دوسری بات ہے جناب! کشمیر کی۔ جناب ہم politics میں 1956 میں enter ہوئے، 1983 میں جب judge ہوئے تو شاید ان کو یہ معلوم نہیں ہے کہ میں فقط ایک جج نہیں ہوں، سارے دور دیکھے ہیں۔ Can we remember 1948, politicians کی غلطی نہیں تھی، کشمیر ہم لے رہے تھے، ہندوستان کی چال سے Security Council میں گیا، ہم blackmail ہو گئے، ہم نے ceasefire کر لیا اور تب سے یہ جھگڑا چل رہا ہے اور یہ بھی یاد ہوگا کہ میں 1990 میں United Nations میں تھا، تب تک اس issue کو کسی نے اٹھایا ہی نہیں تھا، خاموشی تھی اور اس کے بعد کشمیریوں نے اور ہم نے اس کو بارہ تیرہ سال ہوئے اٹھایا اور اللہ کی مہربانی سے آج ہم اس جگہ کھڑے ہوئے ہیں کہ کشمیر issue international dispute آج مانا گیا ہے اور باتیں بھی شروع ہوگئی ہیں اور بات کرنے کی جرات بھی ہو گئی ہے اور ہمیں فائدہ بھی ہوا ہے اور انشاء اللہ کشمیر کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

جناب میں آپ کی وساطت سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر میں کچھ بات کہوں گا، شاید national interest کے خلاف ہو، ہم مسلم امہ کہتے ہیں، میں وہ تاریخیں بتاؤں جہاں نصر اللہ صاحب وہاں سے بھاگ کے چلے آئے تھے، کشمیر کمیٹی کے member تھے، میں بھی delegate تھا۔ مسلم countries نے ہمیں کہا کہ ہم ویسے تو آپ کے ساتھ ہیں، مگر آپ کو vote نہیں دیں گے۔ یہ مشرف کی کامیابی ہے یا نہیں ہے کہ آج کشمیر کا مسئلہ India بھی مان رہا ہے۔ criticise کرنا بھی ضروری ہے، مگر healthy criticism جو ہوتی ہے وہ بڑی اچھی ہوتی ہے اور ملک کے مفاد میں ہوتی ہے۔ میں اس وقت کشمیر کا مسئلہ اس سے زیادہ

چھیڑنا مناسب نہیں سمجھتا ہوں۔ .Sir اس کے بعد ,terrorism ہے ۔ ہمیں terrorism کہاں سے ورثے میں ملی ہے، ہم کہاں کلاشکوف دیکھتے تھے، ہم کہاں heroin دیکھتے تھے، سب کو معلوم ہے یہ کہاں سے ملیں، کس کی غلطیاں تھیں سب کو معلوم ہے۔ اب بھی terrorism ہمارے ملک میں آ گئی ہے، اگر ہم اس کو support بھی کرتے، فقط جذبات سے تو ہمارا ملک پتا نہیں کہاں ہوتا۔ ابھی terrorists نے ہمارے ملک کو base بنا دیا ہے' یہ حالت ہو ئی ہے کہ ہمارا صدر محترم بھی safe نہیں ہے۔ آپ نے دیکھا کہ اس پر تین دفعہ حملے ہو چکے ہیں۔ صدر individual نہیں ہے' ملک کا symbol ہے' اگر وہ safe نہیں ہے تو ہم پھر بھی کیا کہیں کہ terrorists پر ابھی رحم کریں۔ اس ملک میں سب کو licence ملا ہوا ہے جو بھی آئے، آ کر کچھ بھی کرے، نکال بھی نہیں سکتے ہیں، نکالتے ہیں تو مسلمانوں کو نکالاجاتا ہے' کچھ کرتے ہیں تو چیخ پکار ہوتی ہے۔ کراچی میں روز قتل ہوتے ہیں' آدمی پکڑے نہیں جاتے تو کیا کریں؟ ہمیں بتائیں کہ peace اور security ہمیں کیسے ملے گی؟ یہ ساری باتیں ایسی ہیں۔ صدر نے صحیح کہا ہے کہ terrorism کو ختم ہونا چاہیے۔ نہیں ہو گا' چاہے کوئی بھی ملک ہو، مسلمان ملک ہو' یاد نہیں ہے کہ کشمیر کے معاملے میں ہمیں Palestine نے support نہیں کیا تھا' لیبیا نے support نہیں کیا' history کو بھول گئے ہیں۔ اس لئے امید ہے کہ اس کشمیر کے issue کو بھی اچھی طرح سے settle ہونا پڑے گا اور اس terrorism کو بھی۔

جناب! صدر صاحب نے کچھ باتیں کی ہیں اور frankly کہا ہے ,nepotism ہے' corruption ہے' دلیری سے کہا ہے' مانا ہے۔ صدر کی تقریر پڑھ لیں' اس میں انہوں نے یہ کہا ہے کہ آؤ بیٹھیں' اس کا علاج کریں' ایک آدمی علاج نہیں کر سکتا ہے۔ ابھی پارلیمنٹ ہے' کس نے روکا ہے کہ کوئی Bill نہ لائے' سینیٹ ہے' کس نے روکا ہے کہ کوئی Bill نہ لائے۔ اس نے اس چیز کو بھی مانا ہے اور یہ بھی کہا کہ .sir میں ابھی صدر کی تقریر تک محدود ہوں ' تعلیم اور صحت کے بارے میں بھی ہمیں سوچنا پڑے گا' تعلیم زیادہ کرنے کی ضرورت ہے۔ minority کے لئے بھی کہا ہے۔ تو یہ ساری باتیں ہم نے چھوڑ دی ہیں کہ پارلیمنٹ ابھی elected ہے جو بھی ہے democracy چل رہی ہے ۔ ہم بیٹھ کر سوچیں کہ ان کا حل کیا ہو گا' قانون لائیں' کسی نے روکا تو نہیں ہے۔ اس لئے میں جو عرض کرنے والا تھا کہ یہ صدر کی تقریر کا متن تھا۔

اس کے علاوہ جناب والا! کچھ اور باتیں بھی کہی گئی ہیں جن کا میں بھی ذکر کروں گا۔ آج میں بھی غلطی سے Constitution لے آیا ہوں، ثناء اللہ صاحب روز لاتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ Constitution مقدس ہے، میں کہتا ہوں کہ نہیں، مقدس قرآن مجید ہے، اللہ کا بھیجا ہوا کلام ہے جس میں change نہیں ہوتی ۔ Constitution اچھا ہے، مگر بات یہ ہے ملک کے نظام کو چلانے کے لئے ہمارے لئے guide lines ہیں، اس میں changes ہوتی رہتی ہیں۔ جیسے 1973 Constitution بنا تو دو ، تین مہینے میں چار amendments آ گئی تھیں sir. Supreme Court کے Judge کو چار سال کی مدت دے دی، چار سال کے بعد پھر دوسرا یہ ہوا، ہم بھول گئے ہیں۔ Constitution میں sir, میں record پر لانا چاہتا ہوں کہ 1977ء سے لے کر 1985 تک 53 amendments لائی گئیں ، اس سے سارا ڈھانچہ بدل دیا، ان 30 amendments میں نہیں بدلا، سارا ڈھانچہ بدلا، میں اگر ہر amendment پڑھوں گا تو سارا دن چلا جائے گا، میں فقط یہ chapter 3(a) فیڈرل شریعت کورٹ کا پڑھ رہا ہوں۔ جناب والا! ستم ظریفی یہ کہ Article 4(b)

President may at any time by order, in writing modify, the terms of appointment of a Judge. شریعت کورٹ کے جج کو جیسے چاہے اس کو appoint کریں assigned to a Judge any other اور یہ ہوا۔ جسٹس آفتاب کو Advisor بنا کر بھیجا گیا۔ office. اس کو سیکرٹری بنا دیں، اس کو سیکشن آفیسر بنا دیں ۔ require a Judge to perform the other functions as the President may deem fit. میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ 17th Amendment اور ان 30 Amendments کو جو لے کر بیٹھے ہیں۔ کسی نے ایک سال میں ابھی تک یہ بات کی ہے کہ سارے Constitution کی amendmentsچاہیے، اسی میں سے یہ جو unislamic clauses ہیں جو کہ ایک میں نے پڑھی ہے، ان کو بھی delete کیا جائے۔ ہمیں انصاف کی بات کرنی چاہیے کہ what justice is, what is requirement?

جناب اگر constitution کی بات کر رہے ہیں تو پہلے جیسے میں نے کہا اور اب بھی میں بڑے دکھ سے کہوں گا کہ ایک سو amendments آگئی ہیں 280 Articles ہیں، ایک سو تو چلی گئیں۔ اگر آپ کہتے بھی ہیں کہ 17 یا 19 کو نکال دو تو پھر Constitution کہاں رہتا ہے۔ خدارا ہم سوچیں ، in the interest of country, in the interest of judiciary. تو

Constitution میں بھلے amendments لائیں، اچھی سی amendments لائیں۔ جیسے میں نے یہ کہا کہ جج کو کہیں سیکشن آفیسر لگا رہے ہیں، یہ تو نکالیں۔ ابھی تو آپ کے ہاتھ میں ہے۔

میں بڑے دکھ سے عرض کرتا ہوں کہ judiciary کا بھی بار بار ذکر آیا ہے اور 17th Amendment میں ہم نے 58(b) پر بہت بحث کی۔ ہماری چار parties کا view یہ تھا کہ اس میں ضرورت نہیں، اس کی reason کیا تھی، جیسے ایک محترم ممبر نے کہا کہ judiciary کو سنبھالنا ہوگا، اسے ہم سنبھال نہیں سکے۔ ابھی جج کہتے ہیں کہ ہم نے pressure پر کسی کو پھانسی دی ہے، جناب یہ judiciary ہے۔ judiciary پر حملہ ہوتا ہے، T.V. ہے، ساری evidences ہیں، پھر کہتے ہیں کہ جناب نہیں کوئی evidence نہیں ملتا۔ people are acquitted. اس judiciary کو کہتے ہیں کہ 58 Amendment کے لئے ہم reference بھیجیں اور یہ وہاں لائیں۔ اس judiciary کا کہتے ہیں کہ جونیجو، سیف اللہ case میں dissolution illegal ہے، مگر آپ کو ہم relief نہیں دیتے۔ اسلم بیگ یہ جا کر کہتا ہے کہ آپ relief نہ دیں، غلطی سے apex court اس پر action لیتی ہے کہ یہ غلط تھا اور فقط reprimand کرتی ہے کہ آپ پر تھوڑا سایہ ہو جائے۔

جناب والا! پھر کیا ہوتا ہے، review file ہوتا ہے یا نہیں۔ Aslam Baig under اس jurisdiction, is to ask the judiciary not to announce the judgement. judiciary کو کہتے ہیں کہ ہمارے لئے relief دے گی۔ ابھی disqualification کے کتنے case پڑے ہوئے ہیں، چھ مہینے کے لئے قانون ہے، پانچ سال گزر گئے تو disqualification کے case بعد میں آئیں گے۔ میں فقط عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پارلیمنٹ پر trust نہ کرو، President پر نہ کرو، Prime Minister پر نہ کرو، judiciary پر کرو۔ PCO کی بات ہو رہی ہے، چلو PCO ہوا، مارشل لاء میں ہوتا ہے۔ 81ء سے PCO شروع ہوا۔ جناب 81ء سے کسی کو ہمت نہیں، سارے en bloc اگر استعفیٰ دیتے، نوکری کی خاطر بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجھے بڑا دکھ ہو رہا ہے کہ جو judgements آ رہی ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ نہیں کہ اس institution کو آپ، پارلیمنٹ کو بھی کریں۔ ایک جگہ ہم 58 پہ کہتے ہیں کہ Prime Minister اگر advice دیتا ہے تو 48 hours میں Parliament stands dissolved, President کو کہتے ہیں کہ نہیں آپ judiciary

reference کو کریں۔ Judiciary نے بہت سی judgements دیں۔ ان میں ایک بھی implement نہیں ہوئی۔ Prime Minister کو بحال کیا۔ اس کے بحال کرنے سے Prime Minister بحال ہو گیا اور دو روز کے بعد negotiations ہوئے۔ Prime Minister چلا گیا' President نے استعفیٰ دیا۔ کیا ہم یہ سب بھول گئے ہیں؟ Sir democracy نے اچھا کردار ادا نہیں کیا۔ فقط judges کو ہم کہہ سکتے ہیں' کہتے بھی رہے ہیں' میں کوئی defend نہیں کر رہا۔ صدر اسحاق کا زمانہ دیکھو۔ نائب تحصیل دار صاحب کتنی اسمبلیاں کھا گیا۔ Army کو کون لایا؟ دو Chief of Army Staff dismiss ہوئے۔ چپڑاسی کو بھی dismiss نہیں کیا جاتا without reason, Cabinet کی approval کے بعد۔ یہ crisis کون لایا۔ غلام محمد کا زمانہ آپ بھول گئے۔ ہم 43ء سے قائد اعظم کے ساتھ تھے' وہ بھول گئے۔ محمد علی چوہدری کا زمانہ آپ بھول گئے' Bureaucrat Accountant اور جناب والا! یہ سارے نائب تحصیل دار سے لے کر President تک گئے۔ انہوں نے دنیا کو تباہ کیا۔

اسی لئے میں عرض کروں گا کہ ساری باتوں کو سوچ کے کچھ انصاف کریں۔ ٹھیک ہے میں سمجھتا ہوں یا ہر ایک سمجھتا ہے کہ مشرف صاحب بھی انسان ہے۔ ٹھیک ہے کچھ غلطیاں ہوئیں۔ میں سپریم کورٹ کی judgement record پر لانا چاہتا ہوں جس کو آپ ذرا دیکھیں۔ یہ Supreme Court کی judgement ہے sir۔ ابھی نسیم حسن شاہ کہتا ہے کہ میں بھٹو کو پھانسی دوں تو اس کی remedy کیا ہوگی۔ جس کے لئے مشرف صاحب خود کہتے ہیں کہ nuclear programme کا sponsor وہ تھا۔ یہ پھانسی دے کے کہتے ہیں کہ میری غلطی ہے۔؟

اسی لئے میں جو عرض کرنا چاہتا ہوں۔ یہ Supreme Court quotation کی judgement سے ہے۔

To err is human. Human beings err; Chief Justice of Pakistan is also a human being so, to what an extent, eminent he may be? Like human being, he holds sentiments, likings, dislikings, prejudices etc. Who will take or control him when the conduct of the judges of superior courts is not subject to discussion in the Parliament. Eventually, his august and

exalted post would be controversial and come under heavy criticism in the street which will damage the image of the judicial family. Perhaps this was the wisdom of the Constitution makers to keep the Chief Justice of Pakistan away from such controversy"

تو میں عرض کر رہا ہوں 13th Amendment, 14th Amendment جیسے بھی پاس ہوئی، ایک دن میں پاس ہوئی اور دونوں پارلیمنٹ نے کی۔ Chief Justice نے کہا no. suspended with one stroke جنرل کہتا ہے، جیلانی صاحب نے مانا ہے، میں نے کتاب میں لکھا ہے کہ میں نے اس کو کہا کہ آپ جائیں کرامت صاحب! چیف جسٹس کو سمجھائیں کہ یہ order پاس نہ کریں۔ کس زمانے کی بات کرتے ہو۔اسی لئے sir ہم یہاں بیٹھ کے پارلیمنٹ کو مضبوط کریں، اپنے law پاس کریں اور یہ تاثر نہ دیں۔

ایک اور بات ہے جو بڑے دکھ سے کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں ہم بار بار اسلام کا نام لیتے ہیں. We are proud we are Muslims. اللہ تعالیٰ ایک ہے، عظیم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم رحمتہ اللعالمین ہیں۔ حضرت عمر کی مثال دیتے ہیں، صحیح ہے مگر ہم کیا کرتے ہیں، پارلیمنٹ کو بتاتے ہیں کہ حضرت عمر نے یہ کیا، عمر بن عبدالعزیز نے یہ کیا۔ ان کے بچے کے کپڑے نئے تھے تو پوچھا گیا کہ یہ کہاں سے آپ لائے ہیں تو بتایا گیا کہ کچھ خرچ سے زائد تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق جب خلیفہ بنتے ہیں تو کپڑے کا تھان لے کے بازار جاتے ہیں۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں sir ایک سال سے یہاں آتے ہیں۔ پہلے گیارہ سو تھے اب تین ہزار پانچ سو روپے لیتے ہیں۔ اس کا ہرروز کا خرچ جو گیارہ سو تھے sir وہ 4 lac 64 thousand 2 hundred ہے۔ جب تین ہزار پانچ سو ہوئے تو نوے دن کا خرچ چار کروڑ 3758 thousand تھا۔

جب ایسے عظیم آدمی کو quote کرتے ہیں تو ہم کیا کرتے ہیں؟ جب عمر بن عبدالعزیز کی بتی جل رہی ہے، اپنے کام کی وجہ سے وہ اُسے بجھا دیتا ہے کہ یہ گورنمنٹ کا خرچ ہے۔ ہم گورنمنٹ کے خرچ پر رحم نہیں کرتے۔ ہمیں سب مراعات ملتی ہیں اور ہم پھر بھی participate

نہیں کرتے۔اسی لئے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ کہنا آسان ہے۔ باتیں بہت ہیں۔صدر کا مکا ہے۔ صدر نے مکا اپوزیشن کو یا ہمیں تو نہیں دکھایا۔ لیاقت علی خان نے بھی مکا دکھایا تھا۔قوم کی مضبوطی کا مکا دکھایا تھا۔ آج کل اس کے فوٹو کے ساتھ مکا ہے۔ اس کو بھی ہم غلط سمجھتے ہیں۔ اس لئے فقط criticism نہ کریں۔ آئیں! ہم بیٹھ کر یہ عہد کریں کہ ہم سارے پاکستانی ہیں' real Pakistani ہیں' مجھے کوئی doubt نہیں ہے۔ ہم تو اپنے جذبات میں ہیں' ہم میں خامیاں وغیرہ ہوں گی۔ جیسے میں نے سپریم کورٹ کا حوالہ دیا ہے۔ مشرف بھی human being ہے' اس سے بھی خطائیں ہوسکتی ہیں۔ہوئی بھی ہوں گی۔ ہمیں چاہیے کہ اس کے ہاتھ مضبوط کریں۔ اس نے یہ بھی مانا ہے کہ میں uniform اتار رہا ہوں تو یہ ساری چیزیں بتانے کا میرا مقصد یہ تھا کہ ہم ایک ہو جائیں۔ مشرف صاحب نے تو فقط باتیں بتائی ہیں' تعلیم کے لئے بتایا ہے' ہم سب بھی کوشش کریں اور Cabinet کے ساتھ مل کر اس کے لئے کوشش کریں۔

تقریر کی دیر کا سبب یہ چیز بنی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ Constitution کے Article 56, clause (3) میں ہے' مگر کیا ہوتا رہا؟ یہ demand کرتے رہے کہ مشرف صاحب تقریر کریں' daily یہ لوگ آتے رہے اور یہاں پوری طرح participation نہیں ہوتی رہی' پانچ منٹ کے بعد ہر کوئی یہاں سے چلا جاتا تھا۔ میں اس چیز کو criticise تو نہیں کرنا چاہتا' جو بھی ہوا وہ ہوا مگر جب وہ آئے اور آ کر بیٹھے تقریر کرنے کے لئے تو جناب! وہی thumping رہی' تالیاں اور وہی انداز تھا۔ بھئی آپ بندے کو سنیں تو سہی۔خدا را کچھ سنیں۔ جب آپ کہتے ہیں کہ یہ آ کر کچھ کہے' پھر بحث چونکہ یہاں پر بھی ہوتی ہے' نیشنل اسمبلی میں بھی ہوتی ہے۔ بھئی rules میں یہ provision ہے ۔ہم یہاں بحث کر رہے ہیں' اگر criticise کرنا چاہتے ہیں تو کریں مگر اس کو سنیں تو سہی۔ جناب! اس ایک دن کا خرچ ۱۵ لاکھ ۴۷ ہزار ہوا' جس دن اس کو کہا کہ آپ تقریر کریں۔ کیا یہ ہمارا اسلام ہے؟

جناب! یہ ساری باتیں بڑی تکلیف دہ ہیں۔17th amendment کی جو بات ہوئی' وہ آئی' سب نے demand کیا اور جناب! Article 29 بھی تھا۔ Article 22 پر کوئی differences نہیں ہیں۔سات Articles تھے' سب باتیں مشرف صاحب نے مان لیں۔ اسی طرح vote of confidence بھی تھا۔ National Security Council ابھی بنی نہیں ہے' یہ ٹھیک

ہے کہ اس کی مرضی ہے' وہ چاہتا ہے' اگر وہ نہ چاہتا ہوتا تو کیوں آتا Constitution میں۔ Constitution میں یہ آئی تھی مگر demand پر اس نے کہا کہ اچھا' اسے پارلیمنٹ میں لاؤ۔ Democracy میں یہی ہوتا ہے۔ پارلیمنٹ میں سارے بیٹھے ہوں گے' یہ بھی بیٹھے ہوں گے' ہم بھی بیٹھے ہوں گے' دوسرے بھی ہیں۔اس پر جو بھی اعتراضات ہیں یا نہیں ہیں' آپ اسے بے شک reject کریں۔ایسے ہی اسے criticise کیوں کریں۔ کوئی بھی لا رہا ہے ۔ابھی ہمارے پاس یا آپ کے پاس کتنے amendment Bills ہیں' یہ سب یہاں آئیں گے۔ہم ان کو دیکھیں گے۔ تو انہی الفاظ کے ساتھ جناب! میں مؤدبانہ عرض کروں گا کہ in the interest of Pakistan جو crisis میں جا رہا ہے' solidarity of Pakistan اور ہم اپنے ملک کی بقاء کے لئے terrorism ختم کریں' nuclear کو save کریں۔ کشمیر کا جو مسئلہ ہے اسے عزت اور وقار کے ساتھ حل کریں۔

جناب! جو ہم defaulter ہو رہے تھے اس پوزیشن سے اب ہم ایک مضبوط پوزیشن میں آ گئے ہیں۔ جناب! باتیں تو بہت ہیں کیونکہ ہم نے بہت دیکھے ہیں۔ مشرف صاحب نے نہ کسی کی پگڑی اتاری ہے نہ کسی کو جیل میں ڈالا ہے' نہ کسی کو پھانسی پر چڑھایا ہے ۔ چوبیس گھنٹے ٹیلی ویژن کے جتنے بھی channels ہیں' سب آزاد ہیں' سارا دن مشرف کے خلاف بولتے رہیں۔ یہاں پر صاحبان go Musharraf go کہتے رہے' کسی سے کوئی revenge لیا ہے کیا؟ میں اگر کچھ کہوں گا تو شاید بات بڑھ جائے گی۔ انہیں وہ دن یاد نہیں ہیں جب پروفیسر غفور صاحب دادو جیل میں تھے ۔ وہ دن یاد نہیں ہیں جب مولانا شاہ احمد نورانی جیسے عظیم آدمی گڑھی کھیرو جیل میں تھے' وہاں پنکھا بھی نہیں تھا۔ ہم ان کے پاس گئے تھے۔ یہ سارا المیہ اگر ہم لے کر بیٹھیں کہ کیا کیا ہوا ہے تو بات نہیں چلے گی ۔ اب یہ سب بھولیں' Forget the past and go to the future in a good manner and in the interest of the country. وہ دن یاد نہیں ہیں جب لوگوں کے foreign currency accounts freeze کیے گئے----

ہمارے کچھ بچے بھی تھے foreign country میں وہ پیسے بھیجتے تھے۔ وہ وہاں پر بھیک مانگنے پر مجبور ہو گئے۔ ان کو ایک پیسہ بھی نہیں ملتا تھا کیونکہ foreign currency accounts freeze ہو گئے تھے۔ یہ سب ہم بھول گئے ۔فقط مشرف صاحب یاد آ گئے۔ کوئی ایک تو بتائیں جس پر ظلم ہوا ہے۔ کوئی ایک بتائیں جس کو پھانسی ہوئی ہو۔ ایک جس کو پھانسی بھی

ہوئی، سزا بھی ہوئی، اس کو بھی عزت کے ساتھ جہاز پر بھیج دیا۔ ایک رحمدل انسان ہے۔ خدارا سوچیں۔ کسی کی اچھی باتیں بھی appreciate کریں، جو negative ہوں ان کو criticise ضرور کریں۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: Mr. Muhammad Azam Swati.

جناب محمد اعظم خان سواتی: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

Mr. Chairman, I admire the foresight and intent of the framers of the Constitution of 1973 who gave us Article 56. Clause 1 of Article 56 gives right to the President to address either House or both the Houses as he did on January 17 of 2004. Clause 3 of that Constitution provides the time frame when shall President address such House? And Clause 4 calls for the rules and procedure for such a discussion by the members of the Parliament as we are doing tonight.

Mr. Chairman, thus, this debate serves not only the Constitutional requirement but also a world wide tradition. On the other hand it has far reaching national effects. Why? Because on one hand it gives an opportunity to each and every Member of the Parliament to express their views on the accomplishment of President, his agenda, vision and the most important, his credibility and on the other hand, it gives a chance to the literate general public so that they can evaluate and analyse the President's speech, in light of our condemnation, or admiration and then decide which way are they heading? Mr. Chairman, it is very important again because it does not matter where we were in the past. We have

utilized it or we have wasted it but it is important that the people of this country should know which way are we heading? There comes, the vision, the courage, the wisdom of a great leader who can sense, see and then create an opportunity even at the time of turmoil, even at the time that the country is facing challenges of multidimensional character.

Mr. Chairman, if somebody would ask me to summarise the speech made by the President on January the 17th, I would say, he said, " we are entering into the dawn of new era where economic optimism prevails that will strengthen our economic basis, will bring prosperity to this country." He said that we have many challenges ahead of us, around us but collectively, and by uniting together, we can overcome those challenges and can fulfil the mandate of our forefather Quaid-e-Azam Muhammad Ali Jinnah and the dream of great poet Allama Iqbal.

Mr. Chairman, allow me to objectively analyse the true and false character of President's speech. Right in the outset, opening paragraph, he says and I quote

"سب سے پہلے میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ قوم سے کئے گئے تمام وعدے پورے ہو گئے ہیں"۔

He completely forgot about his visionary agenda, those sacred pledges, those solemn promises that he made with us which made me to believe in his resolve and became in the bottom of his hierarchy a *district nazim* in 2001.

Mr. Chairman, I wish, he would have enumerated all those pledges and promises one by one and then could have candidly told us,

how much successful he was in accomplishing his agenda. Due to time constraint, I am not going to apprise this sacred House choronologically what happened, why he made 180 degree turn? Why he could not fulfil all those promises? I still remember in Washington when he said that his predecessor had a sham democracy; that they looted the public exchequer of this country; that he has brought a silent revolution; that there was no accountability when he came in; that the bureaucracy was the mother of all evils. I believed in his resolve and that was the reason I came in. Mr. Chairman, my difficulty is when I remember the verses of Quran (Arabic-------------). It reminds me do not commingle false with truth and do not knowingly hide what the truth is. And this makes me further to submit to you sir

میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

The fact is that during this regime, we have seen that some political representatives were bought, sold, traded in the open market like a commodity in the name of national integrity, solidarity and democracy. The axis of political evil which is floor crossing, turncoat politics was encouraged and we have seen with our own eyes, some people were charged, indicted, sentenced by the NAB and in regular court they were honourably exonerated. They were decorated when they gave in. They were welcomed and wrongly compensated at the helm of the power. This is wrong. What today we have is a guided, controlled democracy which is not tailored anywhere to be compatible with the Constitution of 1973. Let me also remind all my colleagues that MMA made the agreement with the

government. It was not because of undertable deal, or covert arrangement, I was a part and parcel and sir, you were witness to it that we have made that sacrifice to save the democratic institutions. We have saved the national integrity of this country. The history will remember and we will learn from history whether we made a mistake or not but I am glad that we were able to achieve and save our country from further chaos.

Mr. Chairman, another mistake, our President is making that he belives in the centralization of power. He thinks it is the panacea to all our ills whether it is political, social, economics or institutional but this is not good at all for the interest of the country because the history is telling us something different. What history is telling us? When President Sikandar Mirza did what happened? When President Zia -ul- Haq did what happened? And when President Ghulam Ishaq instead of adopting present system took the country to the centralization of power, he brought the country into chaos and confusion, the set back that we and our institutions received that was too much.

Mr. Chairman, General Sahib should not think that by becoming the centre of power, he would be a symbol of morality, substitute for institutions. Look at the crimes rate, corruption, unemployment, price hike, God forbid, I am not saying that President Musharraf is responsible for all these social evils. All I am saying is that convicting a *Patwari* and constable is not going to serve our national purpose because the roots of corruption are on the top of the tree and not in the bottom. All I am saying is that in order to accomplish something concrete he has to take the

Opposition, all the parties into confidence, this is how we can establish a brotherhood or sisterhood in all four provinces. This is how we can protect the national integrity of this country.

Mr. Chairman! defence of this country should come first but the countries are not defended by armed forces alone. It is the ideology, it is the will of the people, it is the unity of the people that matters. They can bring the country out of chaos and the challenges that we are facing today and can put their country back on the normal course. No doubt, terrorism is the worst, it is the biggest challenge we are facing today but we must not forget that absence of rule of law, that is also the biggest challange that our country is facing. When are we going to submit ourselves right from the top to the bottom and can say that yes, we are going to obey the law of this great nation?

With regard to India and Pakistan relationship. let me remind this worthy House that the President should have acknowledged efforts put forth by many people before him. Overseas Pakistanis organisations, journalists, newspapers, parliamentarians who travelled to India and on the top, the trip last time made by Maulana Fazal-ur-Rehman, all these collective efforts really melted the ice of hate and distrust between these two countries. I acknowledge on the floor of the House. I appreciate efforts put by the President Musharraf and his team in making this process successful. I am glad that finally in this region, we have started realising that we need to have peace in this region. Placing a flag on *Lal Qila* is a fancy and I can still remember the words spoken in this House by one of

my colleagues Mr. Mushahid Hussain, "we can not go for tit for tat policy. War hawk tactics must be stopped, if really we want to bring peace in this region".

Mr. Chairman: Please conclude now.

Mr. Muhammad Azam Kahn Swati: Mr. Chairman, quest for durable peace is also a wonderful thing and I wish I could see the freedom of Kashmir in my own life. Quest is a wonderful thing and you must go for it, make every sacrifice, every effort and whosoever is doing it, I congratulate him. But the brutal killing today in Kashmir must be stopped completely.

Sir, economically, let me also acknowledge that today we are doing a lot better than four years ago. I congratulate again President Musharraf's team because the economic indicators are, quite promising. Economic foundation of this country is now strong. With the grace of Almighty we are going to thrive on this. We mus not forget 2005 is going to be approaching, then a ban under WTO is going to be lifted. We need to prepare ourselves to compete in this region against India, Malaysia, Siri Lanka, Bangladesh and so many others.

Mr. Chairman, last but not the least, this country has given me a lot to be thankful. I still remember my childhood, when I used to walk 3 miles on foot, in cold and hot weather, go to a primary school, with broken walls, broken roof and a small piece of jute (tats) but wonderful teachers, wonderful environment. If it was not that basic education, I would not

have been able to accomplish what I am today. Again, I am thankful to this great country, who has made me to come and sit in this Parliament. Pakistan, I will never let you down.

(Clapping)

Mr. Muhammad Azam Swati : Let us promote, join together in a bortherhood from both aisles and spread the universal faith of Islam and the concept of tolerance that is must. Together we can achieve and bring prosperity to this country. By uniting together, we can resolve all the clashes, all the challenges, no matter how big they are. It is this unity about which a great jurist of all time Justice Cardoso once wonderfully said, "let us swim and sink together, but salvation is in unity and not in division". Thank You very much.

جناب چیئرمین: چوہدری محمد انور بھنڈر۔

چوہدری محمد انور بھنڈر: جناب چیئرمین! میں مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اس موضوع پر اظہار خیال کا موقع عطا فرمایا۔

جناب والا! آج ہم صدر مملکت کی تقریر پر جو انہوں نے سینیٹ اور قومی اسمبلی کے مشترکہ اجلاس میں فرمائی، اس پر بحث کر رہے ہیں۔ بہت سے اچھی تقاریر بھی سنی ہیں، تنقید بھی آئی ہے۔ بہرحال یہ جمہوری ادارہ ہے، اس میں ہر قسم کی اظہار رائے کی ہر ایک کو آزادی ہے۔

جناب والا! جہاں تک اس موضوع کا تعلق ہے۔ صدر مملکت کی تقریر ایک آئینی تقاضا ہے اور اس آئینی تقاضے کو پورا کرنے کے لئے یہ تقریر کی گئی اور آج ہم اس پر بحث کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے بھی جناب والا، مختلف صدور نے تقاریر فرمائیں۔ غلام اسحاق خان صاحب نے تقریر فرمائی، فاروق لغاری صاحب نے تقریر فرمائی، محمد رفیق تارڑ صاحب نے تقریر فرمائی، اور جو بھی

صدر آئے ۔ انہوں نے مختلف، اور یہ میرے علم میں اضافہ ہے کہ وسیم سجاد صاحب نے بھی تقریر فرمائی ۔جناب سب نے اپنی تقاریر میں بہت سے پند و نصائح فرمائے اور کچھ نشاندہی کی اور کچھ معاملات کے متعلق حکومت کی توجہ دلائی کہ ان پر عملدرآمد کیا جائے یا کچھ کوتاہیوں کی نشاندہی کی کہ ان کو دور کیا جائے۔ جناب والا! دیکھنا یہ ہے کہ اس تقریر سے کیا صرف debate ہی مطلوب ہے یا اس کا کوئی زیادہ موثر نتیجہ بھی ہم نے اخذ کیا۔ کیا ہم نے ان تمام اقدامات کی طرف، جس کی نشاندہی مختلف صدور نے کی، جو بھی حکومت وقت تھی خواہ پیپلز پارٹی کی تھی یا مسلم لیگ کی تھی کیا انہوں نے اس پر خاطر خواہ عملدرآمد کیا یا کبھی کسی بجٹ تقریر میں یہ واضح کیا گیا کہ صدر صاحب کی تقریر میں جو نشاندہی کی گئی تھی ہم نے اس پر عمل درآمد اس طرح سے کیا ہے؟ جناب والا، میرے علم کے مطابق ایسا نہیں ہوا۔ صدر کی تقریر ہوئی اس کے بعد دونوں ایوانوں میں بحث ہوئی اور ختم ہو گئی۔

جناب والا! آئین کا تقاضا یہ نہیں تھا۔ اس تقریر کے ہونے کا مقصد یہ نہیں تھا۔ اس تقریر کا مقصد یہ تھا کہ ان عوامل کی نشاندہی کی جائے جوکہ حکومت کو اپنانا ہوں گے اور جو کوتاہیاں ہیں یا جو لغزشیں ہیں ان کی نشاندہی کی جائے تاکہ ان کا مداوا کیا جا سکے۔ لیکن اگر یہ نہیں ہونا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ معاملہ کہ صدر کی تقریر ہوئی اور ہم نے اس پر بحث کی اور پھر وہ معاملہ ختم ہو گیا۔ یہ نہیں ہونا چاہیے۔ میں یہ تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں تک ان directions کا تعلق ہے جوکہ تقریر میں دی جاتی ہیں۔ Federal Budget جب پیش ہو تو اس کے متعلق واضح طور پر یہ بتایا جانا چاہیے اور دونوں ایوانوں کو یہ بتایا جائے کہ انہوں نے کیسے ان عوامل کی نشاندہی پر عمل درآمد کیا اور انہوں نے کیسے ان کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی۔ کیا efforts ہوئی تھیں پھر تو جناب والا، میں سمجھتا ہوں کہ ان directions کا کوئی فائدہ ہے۔ کیونکہ یہ directions کبھی Administration میں صرف اس طرح پاس ہوکر نہیں آتی ہیں۔ کیونکہ یہاں کوئی Law اس کے متعلق بن کر نہیں جاتا۔ لیکن directions جو ہیں ان پر عمل درآمد کرنے والے کو اگر معلوم ہو کہ میں نے پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ ہونا ہے کہ میں نے اس کا کیا کیا ہے یا میں نے اس پر کیسے عمل درآمد کیا؟ تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ کسی حد تک اس بات کا پابند ہوگا کہ وہ ان ہدایات پر اور ان پند و نصائح پر عمل کر سکے وگرنہ یہ ایک

exercise ہے جو ہوتی چلی آئی ہے اور ہوتی چلی جائے گی لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس لئے میری یہ تجویز ہے کہ اگلے مالی سال کا جب بجٹ پیش کیا جائے تو ان ہدایات اور ان directions کے متعلق یہ واضح طور پر دونوں ایوانوں کو بتایا جائے کہ ان پر کیا عمل درآمد ہوا تھا تاکہ یہ تقریر موثر ثابت ہو سکے اور ان directions کو عملی جامہ پہنایا جائے۔

جناب والا! صدر مملکت نے اپنی تقریر میں بہت سے معاملات کی نشاندہی کی ہے۔ صدر مملکت نے یہ فرمایا ہے کہ قومی ادارے چلنے چاہئیں۔ ایمانداری سے چلنے چاہئیں۔ اگر قومی ادارے نہیں چلیں گے تو کوئی حکومت کامیاب نہیں ہوسکتی۔ صدر مملکت نے یہ نشاندہی بھی کی کہ ہمیں بیرونی قرضوں پر انحصار کم کرنا چاہیے۔ ہمیں اپنی معیشت کو بہتر بنانے کی کوشش کرنا چاہیے۔ صدر مملکت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ غربت اور افلاس میں کمی ہونی چاہیے۔ صدر مملکت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ آپ کی اقتصادی ترقی نہیں ہوسکتی جب تک زراعت کی ترقی نہ ہو اور زراعت کی ترقی پر بھی زور دیا ہے۔ صدر مملکت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بے روزگاری کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ صدر مملکت نے یہ ہدایات بھی جاری کی ہیں کہ توانائی اور قدرتی وسائل کی exploration ہونی چاہیے۔ بجلی کی قیمت کم ہونی چاہیے۔ inputs کی قیمت کم ہونی چاہیے۔ یہ ساری directions آپ نے ساری تقریر میں دی ہیں۔ مزید بھی ہیں لیکن موٹی موٹی میں نے جو مدّات عرض کی ہیں وہ یہ ہیں کہ ان پر عمل درآمد کیا جائے۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ یہ واقعی ایسی تجاویز ہیں کہ جو حکومت وقت کے لئے مختلف Divisions کے لئے ضروری ہیں کہ ان پر عمل درآمد کیا جائے۔

سب سے پہلے عرض کروں گا کہ قومی ادارے چلنے چاہئیں اور اگر قومی ادارے نہیں چلیں گے تو کوئی حکومت کامیاب نہیں ہوسکتی۔ جناب والا! اس وقت، وقت کی ضرورت ہے کہ قومی اداروں کو بطریق احسن چلایاجائے۔ سب سے پہلے پارلیمنٹ کے متعلق عرض کروں گا کہ ہم پارلیمنٹ کے رکن ہیں۔ ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم نے اس پارلیمنٹ کو موثر بنانا ہے۔ ہم نے اس پارلیمنٹ کو فعال بنانا ہے۔ ہم نے اس پارلیمنٹ کے لئے وہ role اپنانا ہے جس کی ہم سے قوم اور ملک توقع رکھتے ہیں۔ اگر اسے مضبوط بنائیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ حکومت مضبوط ہو گی۔ اگر اسے مضبوط بنائیں گے تو پاکستان مضبوط ہوگا۔ اس لئے ضروری ہے کہ جہاں صدر مملکت نے یہ فرمایا کہ قومی ادارے چلنے چاہیں اور مضبوط ہونے چاہئیں، وہاں پارلیمنٹ کی سب

سے پہلے فوقیت ہونی چاہیے۔ سب سے پہلے اسے مضبوط بنایا جائے۔

جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ پارلیمنٹ کو معرض وجود میں آئے ایک سال ہو گیا ہے اور اس ایک سال کے دوران، حالات چاہے کچھ بھی ہوں، واقعات کچھ بھی ہوں، legislation ہونی چاہیے تھی تاہم legislation نہ ہونے کی وجوہات موجود تھیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ legislation کے لئے ہمیں کوشش کرنی چاہیے۔ ہم اگر اس ایوان کو موثر بنا سکتے ہیں تو legislation کے ذریعے بنا سکتے ہیں۔ جناب والا! ہمارا primary object, ہمارا اصل کام legislation ہے۔ آپ جتنے بھی پرانے Houses دیکھیں گے، ان میں زیادہ تر کام legislation کا ہوا کرتا تھا۔ Privilege Motions, Adjournment Motions and Question Hour جو ہیں، یہ secondary کام ہیں۔ ہمارا اصل اور بنیادی کام legislation ہے اور اس legislation کے لئے ضروری ہے کہ Divisions اور حکومت کی طرف سے Bills ہاؤس میں، سینٹ سیکرٹریٹ میں آئیں۔ وہ کام جو عوام کی ضرورت ہیں، وہ Bills جنہیں یہاں لانے کی ضرورت ہے، انہیں یہاں آنا چاہیے۔ جب یہ Bills آئیں گے تو ہمارا system اور پارلیمنٹ زیادہ موثر ہو گی۔

جناب والا! Committee system کے متعلق عرض ہے کہ ابھی تک ہماری Committees نہیں بن سکی ہیں اور یہ unfortunate ہے کہ یہاں ابھی Committees system نہیں ہے۔ اگر یہاں Committees system رائج ہو جائے تو بہت سارا کام چلنا شروع ہو جائے گا۔ بہت سے اہم معاملات Committees میں آئیں گے، وہاں سے ہمیں reports ملیں گی اور Committees system کے ذریعہ سے لوگوں کے بہت سارے مسائل حل ہونے کی توقع ہے۔

جناب والا! باہر کے ملکوں میں دیکھا گیا ہے کہ ہر کام legislation سے ہوتا ہے۔ لیکن یہاں ہمارا بہت سارا کام Executive orders سے ہوتا ہے۔ لیکن پارلیمنٹ کو یہ دیکھنا چاہیے اور ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ تمام کام legislation سے ہوں۔ سارا کام یہاں آئے۔ Subordinated legislation کے ذریعے rules making powers لے کر سارے کام کر دیے جاتے ہیں۔ اگر اس پارلیمنٹ کو مضبوط بنانا ہے تو ہمیں delegated legislation کو

بھی یہاں لانا چاہیے اور وہ تمام کام جو Executive orders کے ذریعہ سے ہوتے ہیں' ان کو legislation کے ذریعہ یہاں لانا چاہیے اور اس پارلیمنٹ کو مضبوط بنانا چاہیے۔

جناب والا! دوسرا ستون عدلیہ کا ہے۔ عدلیہ کو مضبوط بنانا بھی ایک ادارے کو مضبوط بنانے کے مترادف ہے۔ چونکہ مجھے اس عدلیہ کے سامنے ہر روز جانے کا اتفاق ہوتا ہے اور موقع ملتا ہے اس لئے میں اس کام سے بھی واقف ہوں۔ اس سلسلے میں' میں یہ عرض کروں گا کہ عدلیہ کو مضبوط بنانا چاہیے۔ اگر عدلیہ مضبوط ہوگی تو میں سمجھتا ہوں کہ عدلیہ مضبوط ہونے سے ملک بھی مضبوط ہوگا اور حکومتیں بھی مضبوط ہوں گی۔ جس حکومت کی عدلیہ مضبوط ہوگی' وہ حکومت فخر کر سکتی ہے کہ ہماری عدلیہ مضبوط ہے' independent ہے اور ہماری judiciary صحیح ہے اور صحیح کام کر رہی ہے۔ اس لئے عدلیہ کی طرف توجہ دینا بہت ضروری ہوگا۔ جناب والا! ہم نے ججوں کی عمر پہلے 65 سال سے 68سال کی اور پھر 68 سال سے 65 کی۔ اس لئے عدلیہ کا اعتماد بحال ہونا بہت ضروری ہے۔ اگر آپ کی عدلیہ کا اعتماد بحال نہیں ہوگا اور عدلیہ بااعتماد نہیں ہوگی تو میں سمجھتا ہوں کہ انصاف نہیں مل سکے گا اور جناب والا! جس معاشرے میں انصاف نہیں ہوگا' وہاں ترقی نہیں ہوسکتی۔

جناب والا! پروفیسر خورشید صاحب نے اپنی تقریر میں یہ فرمایا تھا کہ یہاں corruption ہے۔ corruption ہمارے ہر ادارے میں ہے۔ جہاں بھی موجود ہے ہمیں اس کا قلع قمع کرنا چاہیے لیکن اس وقت صورتحال یہ ہے کہ عدلیہ کی تعداد بھی پوری نہیں۔ جب آپ کی عدلیہ کی تعداد پوری نہیں ہوگی بے شمار cases ہیں heavy pendancy ہے کسی High Court کو دیکھ لیں ، سپریم کورٹ کو دیکھ لیں' مقدمات کو نمٹانے میں برسوں لگتے ہیں ۔ اگر تعداد پوری نہیں ہوگی تو یقیناً میں سمجھتا ہوں کہ اس پر لازمی طور پر اثر پڑے گا ۔ اس لئے میری یہ گزارش ہوگی کہ عدلیہ کی تعداد کو فی الفور پورا کیا جائے ۔

جناب والا! ہم ہر روز دیکھتے ہیں ، جتنا کام عدلیہ کرتی ہے ، جتنا کام High Courts میں ہوتا ہے ۔ آج بھی جب میں صبح پیش ہو کر آیا ہوں تو پورے آٹھ بجے پیشی ہوئی ہے ۔ آٹھ بجے سے جج صاحبان کام شروع کرتے ہیں اور سارا دن کام کرتے ہیں۔ پورا کام ہوتا ہے اس لئے نہیں کہ میں اس پیشے سے منسلک ہوں لیکن independently میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ

جتنا کام عدلیہ میں ہوتا ہے کہیں نہیں ہوتا۔ لیکن اس کو بااعتماد بنانا ہوگا ' اس کے وقار کو بحال کرنا ہوگا ' اس کو مضبوط بنانا ہوگا اور اس کو independent بنانا ہوگا۔ اس کی independence ہمارے لئے قابل فخر ہوگی۔ جتنی آپ کی عدلیہ independent ہوگی' اتنی پارلیمنٹ کے لئے یا حکومت وقت کے لئے قابل فخر ہوگی۔اس لئے ہمیں اس ادارے کی طرف پوری توجہ دینی چاہیے۔ ان کے جو مسائل ہیں ان کو حل کرنا چاہیے ' ان کے جو Monitory مسائل ہیں یا اور جو انتظامی مسائل ہیں ان کو حل کرنے کے لئے حکومت وقت کو پوری توجہ دینی چاہیے۔

جناب والا! انتظامیہ کے متعلق پروفیسر صاحب نے کہا اور شاید یہ درست ہی ہوگا اور میرا بھی خیال ہے کہ یہ درست بات ہوگی کہ 100% corruption ہے ۔ جناب انتظامیہ کا جو حال ہے اس وقت ایسے ہے کہ آدمی تصور نہیں کرسکتا ۔ اور جتنے government servants ہیں ' ہیں تو government servents لیکن جناب حاکمیت کا تصور ہے ۔ جو بھی افسر بیٹھا ہوا ہے وہ اپنے آپ کو حاکم سمجھتا ہے ' حاکمیت کا تصور ختم کرکے public servant کا تصور ہمیں دینا ہوگا ' اس کو اپنانا ہوگا کیونکہ جب تک ہم یہ نہیں سمجھیں گے کہ وہ ملک کے حاکم نہیں ہیں بلکہ وہ خادم ہیں تب تک ہمارا کام نہیں چل سکے گا۔

جناب والا! اس کے علاوہ نااہلی ایک رکاوٹ ہے' جناب آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک Adjournment Motion آتی ہے' ایک Privilege Motion آتی ہے تو ایک گھنٹے کے اندر جب تک آپ یہاں اندر آتے ہیں وہ file move ہوکر پہلے وہ Notice Office میں جاتی ہے' Notice Office سے Translaltion Branch میں جاتی ہے ' Translation Branch سے Assistant Secretary کے پاس پھر Deputy Secretary اور Secretary کے پاس اور پھر آپ کے پاس ایک گھنٹے کے اندر آتی ہے ۔ آپ کے یہاں یہ movement ہے ۔ اگر اسی طرح سے فائلیں بھی move ہونا شروع ہو جائیں' اگر انتظامیہ میں یہ اہلیت آ جائے اور لوگوں کے مسائل حل کرنے کے لئے اسی طرح سے speed ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ کوئی وجہ نہیں کہ ہم ترقی نہ کریں۔

جناب والا! مجھے یاد ہے' بہت پرانی بات ہے ۔ انتظامیہ کی بات کرتے ہوئے مجھے بات

یاد آ گئی ۔ یہ pre-partition days کی بات ہے ۔ ہمارے District گوجرانوالہ میں lawlessness بہت زیادہ تھی ۔ اس وقت کی حکومت نے دو انگریز افسران وہاں بھیج دیے۔ ایک کا نام Brandon تھا وہ D.C تھا ' ایک کا نام Maclintic تھا وہ S.P تھا۔ دو افسر آئے تھے اور SP نے یہ کہا تھا کہ کوئی آدمی اپنے مویشیوں کی حفاظت نہ کرے۔ میں اس ضلع کا چوکیدار ہوں۔ آپ آئیے اور مجھ سے اپنا مال اگر وہ چوری ہو تو لے جائیں یقین جانیں کہ offences against cattle جو عام ہوتی تھی' یہ زیرو ہوگیا تھا ۔سوال attitude کا ہے سوال کام کرنے کا ہے' سوال انتظامیہ میں وہ لوگ پیدا کرنے کا ہے جو صحیح طور پر عوام کی خدمت کرسکیں ۔ اس نے کہا تھا کہ حکومت نے مجھے آپ کا چوکیدار بنا کر بھیجا ہے' یہ اس کا attitude تھا۔ اگر یہ attitudeپیدا ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ ہماری انتظامیہ بھی بہت کام کرسکتی ہے ۔

جناب والا! قانون کی حکمرانی ایک ایسی term ہے کہا تو جاتا ہے قانون کی حکمرانی ہو' لیکن قانون کی حکمرانی ہے نہیں ۔ قانون کو' rules کو' قواعد کو ہمیشہ بالائے طاق رکھا گیا ہے خواہ administration ہو خواہ کوئی ادارہ ہو۔ تو اصل بات تو یہ ہے کہ میں خود بھی قانون کی حکمرانی پر یقین رکھوں ' ضابطوں کی' جو laws ہیں جو rules ہیں جو regulations ہیں ان کی پابندی کروں ۔ قانون کی حکمرانی جب تک نہیں ہوگی' جب تک ہم قانون کی حکمرانی کو establish نہیں کریں گے میں سمجھتا ہوں کہ معاشرہ درست نہیں ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ جناب! law and order کے سلسلے کے متعلق بھی جناب صدر مملکت نے کہا ہے کہ law and order کا سلسلہ جیسے میں پہلے عرض کر چکا ہوں یہ حکومت کی توجہ کا محتاج ہے۔ اس کے متعلق گو یہ بہت حد تک صوبائی مسئلہ ہے لیکن اس کی طرف بھی کافی توجہ ہونی چاہیے۔ جب تک law and order صحیح نہیں ہو گا اس وقت تک عوام کے مسائل حل نہیں ہوں گے اور عوام سکھ کی زندگی نہیں گزار سکے گی۔

جناب والا! صدر مملکت نے بیرونی قرضوں کے متعلق فرمایا ہے کہ بیرونی قرضوں کو ہم نے کم کرنا ہے۔ یہ درست ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ایک achievement ہے کہ ہم نے کچھ قرضے ادا کئے ہیں۔ تین ارب کے قریب غالباً ہم نے ادا کر لئے ہیں اور بھی کوشش جاری ہے لیکن جناب والا! یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو کہ ہماری economy پر بہت اثر انداز ہوتا ہے اور اس

کے متعلق جتنی بھی کوشش کی جائے اتنی کم ہے۔ نج کاری جو اس سلسلے میں adopt کی گئی تھی اس کی رفتار بہت سست ہے۔ نج کاری کی رفتار تیز ہونی چاہیے۔ تاکہ جتنی ہم زیادہ نج کاری کریں گے جتنا ہم زیادہ سرمایہ اکٹھا کریں اور جتنے ہم اپنے قرضے کم کریں گے اتنی ہماری اقتصادی ترقی ہوگی اور اتنی ہماری معیشت بحال ہوگی اس لئے کوشش یہ کرنی چاہیے کہ نج کاری کی رفتار کو تیز کیا جائے۔

جناب self contribution میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم اپنے طور پر collectively ہر سطح پر کوئی ایسی سکیم رائج کریں towards payments of debts کے لئے کچھ contribute کریں اور ساری قوم اور سارا ملک، کیونکہ یہ مسئلہ ایسا ہے جو سارے معاشرے کو اور سارے پاکستان کو affect کرتا ہے تو اس سے بھی کسی حد تک اس مسئلے کا کوئی حل ہو سکتا ہے۔ جناب والا! اس وقت external debts جو ہیں وہ ہماری GDP کا 48.5 %۔ 48.5% اگر ہماری GDP کا foreign debts ہی ہوں تو جناب یہ اندازہ فرمالیں کہ ہماری معاشی ترقی کیسے ہو سکتی ہے۔ اور یہ پہلے 57.9 تھے اس سے کم ضرور ہوئے ہیں لیکن 48.5% بھی بہت زیادہ شرح ہے اس لئے اور domestic debts جو ہیں وہ کافی زیادہ ہیں۔ اگرچہ default ہمارا رک گیا ہے لیکن ہمیں اس کی طرف زیادہ توجہ کرنی ہوگی کیونکہ جب تک ہم بیرونی قرضوں، جہاں تک ہماری defence کا تعلق ہے یہ درست ہے کہ ہمارے بجٹ میں defence اور قرضہ جات کی ادائیگی کے لئے زیادہ رقم چلی جاتی ہے لیکن defence ہماری مجبوری ہے۔ بیرونی قرضوں کے لئے ہمیں پوری کوشش کرنی چاہیے کہ ہم جتنی جلدی اس کو ادا کر سکیں اس کو ادا کریں۔

اس کے بعد جناب والا! صدر مملکت نے یہ فرمایا ہے کہ غربت اور افلاس میں کمی ہونی چاہیے لیکن State Bank کی رپورٹ کہتی ہے جناب! poverty will not be eradicated unless the root cause of poverty such as the dependence on the human capital are adequate جب تک ہم یہ نہیں کریں گے تب تک غربت اور افلاس ایک دن میں نہیں جاسکتی۔ اس کے متعلق بھی ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیے۔ غربت اور افلاس کے متعلق جب تک definite proposals نہ آئیں گی، اگر دیہاتی علاقوں میں آپ چلیں تو دیہاتی علاقوں کی حالت بڑی ناگفتہ بہ ہے غربت اور افلاس کے سمندر ہیں اور وہاں کوئی عشر اور زکوۃ کا نظام تو ہے

لیکن عشر و زکوۃ کا نظام افلاس کو دور نہیں کر سکتا اس کے لئے industrialization چاہیے اس کے لئے long term policies چاہئیں۔ اسکے لئے بڑی active اور vigorous policies چاہئیں۔

Mr. Chairman: Please, keep time factor in mind.

چوہدری محمد انور بھنڈر۔جی sir, میں ختم کر رہا ہوں، زیادہ time نہیں لوں گا۔ جناب والا! میں زراعت کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری زراعت کلیدی حیثیت رکھتی ہے اور زراعت کا 2003 میں growth rate 4.1 تھا اور یہ encouraging تھا، زراعت کا growth rate بہتر ہے۔ جناب والا! کسانوں میں یہ احساس ضرور ہے کہ زراعت ایک منافع بخش کاروبار نہیں رہا۔ اگر آپ inputs کی قیمتوں کا اندازہ کریں، اگر آپ کھاد کی قیمت کا اندازہ کریں، ڈیزل کی قیمت کا اندازہ کریں، بجلی کے Bills کا اندازہ کریں تو جناب والا! جو ایک کاشتکار کو، ایک زمیندار کو یافت ہوتی ہے، وہ ان کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ وہ Bill دینے کے لئے کسی آڑھتی کا یا کسی اور آدمی کا مقروض رہتا ہے اور اس کا وہ قرضہ اگلی فصل میں adjust ہو جاتا ہے۔ اس کی معاشی حالت وہیں کی، وہیں رہتی ہے، جناب! دو چیزیں ہیں یعنی اگر wheat کی اور کپاس کی قیمتیں بڑھائی جائیں تو urban area میں اس کا reaction ہوتا ہے۔ بےشک نہ بڑھائیں لیکن جناب! حکومت وقت inputs کی قیمتوں کا سدباب کرے۔ یہ قیمتیں کم کی جائیں تاکہ ان کی cost of production کم ہو اور کسان کو تھوڑا بہت منافع اپنی اجناس سے مل سکے۔ جہاں تک research کا تعلق ہے، زراعت میں research کا فقدان ہے۔ نئی Varities ہیں، جو varities ہیں۔ ہندوستان کے پنجاب نے انقلاب برپا کیا ہے تو جناب! اگلے دنوں ایک delegation آیا ہوا تھا، ان سے ہم نے پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ ایک پنجاب کے وزیر اعلیٰ آئے تھے جنہوں نے اگرچہ vote لینے کے لئے کیا تھا لیکن tube well کے بجلی کے bill معاف کر دیئے تھے، بجلی کے bill چھوڑ دیئے تھے۔ آج وہی پنجاب سارے ہندوستان کو خوراک دے رہا ہے اور باہر export کرنے کی بھی وہ سوچ رہے ہیں اور sir, اسی لئے انہوں نے infrastructure دیا، انہوں نے سڑکیں دیں، انہوں نے بجلی دی، انہوں نے پانی دیا۔ اگر آج آپ درخواست دیں تو

چار دن کے بعد ان کا tube well install ہو جاتا ہے' ان کی نئی varities آ گئی ہیں۔

Mr. Chairman: Please, conclude now.

چوہدری محمد انور بھنڈر۔ ان کی fertilizer کی قیمت ہماری قیمتوں سے کم ہیں تو اس لحاظ سے انہوں نے پوری facility agriculture کو دی ہے۔ جناب والا! میں یہ عرض کروں کہ آپ کی صنعتی ترقی کبھی نہیں ہوگی' جب تک آپ زراعت کی ترقی نہیں کریں گے اور معیشت کبھی بھی پنپ نہیں سکتی اور آپ کی معیشت کی کبھی ترقی نہیں ہوسکتی جب تک آپ کی زراعت ترقی نہیں کرے گی۔ جب تک آپ زراعت کے متعلق crash programme نہیں بنائیں گے۔ جب تک incentive نہیں دیں گے۔ .Sir کہتے ہیں کہ subsidy بند کرو۔ سارے دے رہے ہیں' America بھی دے رہا ہے' Japan بھی دے رہاہے' سارے progressive ممالک دے رہے ہیں لیکن یہاں پر subsidy کو بند کرو اور بند کیا ہوا ہے اور subsidy نہیں ہے۔ WTO آ رہا ہے اور اس لحاظ سے ہم سمجھتے ہیں کہ subsidy بند کر دی ہے تو ہم پر برا affect نہیں ہو گا۔ جناب والا! دیکھنا ہے کہ WTO بھی ایک big challenge ہے' WTO کے متعلق بھی حکومت کو planning کرنی ہو گی۔ Cell بنے ہوئے ہیں۔ سب کچھ ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ ہماری کمیٹی بھی یہاں تشکیل پائی ہوئی ہے اور ہم اس پر کئی meetings کر چکے ہیں لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ WTO کا challenge پاکستان کی economy کے لئے بہت بڑا challenge ہے۔ اس کے متعلق ہمیں آج سے فکر کرنا ہو گا' آج سے ہی ہمیں لائحہ عمل تیار کرنا ہو گا اور آج سے ہی ہمیں سوچنا ہو گا تاکہ آنے والے وقت میں ہماری معیشت اس سے بری طرح متاثر نہ ہو۔

Mr. Chairman: Please, conclude now.

چوہدری محمد انور بھنڈر۔ .Sir میں یہ عرض کروں کہ جناب اسفند یار ولی صاحب نے فرمایا کہ پنجاب پاکستان ہے اور پاکستان پنجاب ہے' میں نہایت مؤدبانہ عرض کروں گا کہ ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ پنجاب' پنجاب ہے' بلوچستان' بلوچستان ہے' سندھ' سندھ ہے اور صوبہ سرحد NWFP, NWFP ہے اور یہ چاروں اکائیاں ہیں اور ان چاروں اکائیوں سے پاکستان ہے۔

جناب والا! ہمارے نزدیک سرحد بھی پاکستان ہے، ہمارے نزدیک سندھ بھی پاکستان ہے، ہمیں بلوچستان بھی اتنا عزیز ہے اور ہمیں پنجاب بھی عزیز ہے اور اس لئے کہ ہمیں پاکستان عزیز ہے، ہم پاکستان کو سربلند دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہمارے لئے تمام اکائیاں ایک جیسی ہیں۔ ہمیں کہا جاتا ہے کہ ہم بڑے بھائی ہیں، جناب والا! میں تو اب یہ محسوس کر رہا ہوں کہ بڑا بھائی ہی نہیں، بڑا بھائی تو اب چھوٹا بھائی بن چکا ہے اور چھوٹا بھائی بننے کے ناتے سے پنجاب کا ہی اگر خیال ہوتا تو کالا باغ ڈیم بن نہ گیا ہوتا۔ اگر کوئی ایسی بات ہوتی اور پنجاب بڑے بھائی کا role نہ کرتا تو آج NFC کا Award ابھی under discussion ہوتا۔ بلوچستان کے پسماندہ علاقے کو بھی برابر لانا ہے، ہمیں سندھ بھی عزیز ہے، سندھ کے علاقے کو بھی برابر لانا ہے۔ ہم نے Frontier کو بھی برابر لانا ہے لیکن یہ بات نہیں ہے کہ پنجاب پاکستان ہے، یہاں پاکستان ہی پاکستان ہے، پاکستان ہی ہمیں عزیز ہے اور پاکستان ہی ہمیں عزیز رہے گا۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات بار بار نہیں کہنی چاہیے کہ ہمارا پنجاب کا کوئی احسان نہیں ہے کہ بلوچستان سے وزیر اعظم ہے، ہمارا کوئی احسان نہیں ہے کہ آپ یہاں تشریف فرما ہیں، ہمیں ہر چیز قبول ہے۔ آپ بھی پاکستانی ہیں، وہ بھی پاکستانی ہے ہر بسنے والا باشندہ پاکستان میں پاکستانی ہے۔ ہمیں پاکستان عزیز ہے، ہمیں پاکستان کی عزت مطلوب ہے، ہمیں پاکستان کی بقاء چاہیے۔ جناب ہمیں حقوق کا تحفظ بھی چاہیے لیکن ہم پہلے پاکستانی ہیں اور پھر ہم پنجابی، بلوچی یا پٹھان ہیں۔

Mr. Chairman: Please conclude now.

بھنڈر صاحب بہت time ہو گیا ہے ابھی کتنا اور وقت لیں گے؟

چوہدری محمد انور بھنڈر: یہ چیز بار بار نہیں دہرانی چاہیئے۔ ہماری کوشش اور خواہش ہو گی کہ ہر یونٹ کو یہ موقع ملے اور ہم ہر قربانی دینے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ جناب والا! آخر میں یہ استدعا کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان اس وقت جن حالات سے گزر رہا ہے وہ صرف میرے علم میں ہی نہیں، سب دوست واقف ہیں اور اس سے آگاہ بھی کیا گیا ہے کہ گھمبیر حالات ہیں۔ سرحدوں پر کیا حالات ہیں؟ دہشت گردی کے کیا حالات ہیں؟ nuclear کا کیا پروگرام ہے؟

بیرونی قرضے کیا ہیں؟ ان میں ہم کیسے جکڑے ہوئے ہیں اور ہماری مشکلات کیا ہیں۔ ان حالات میں ہمیں اکٹھے اور متحد ہو کر چلنا ہو گا' اس وقت ہمیں پارٹی اختلافات کو بھی بھلانا ہو گا' وقت اور حب الوطنی کا تقاضا یہ ہے کہ چھوٹے موٹے معاملات کو چھوڑیئے۔

جیسے صدر مملکت نے کہا کہ Pakistan first, Pakistan should be first, Pakistan should be last, it should be only Pakistan and Pakistan. Thank you.

جناب چیئرمین : جناب رضا محمد رضا he is not here. سینیٹر سعدیہ عباسی صاحبہ۔ جی ساجد میر آپ بولنا چاہیں گے؟ جی بولیئے۔

جناب ساجد میر : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جنرل پرویز مشرف صاحب ایک جمہوری حکومت کا تختہ الٹ کر برسر اقتدار آئے۔ آج وہ خالد بن ولید اور unity of command کا حوالہ دے رہے ہیں' اُس وقت شاید یہ حوالہ ان کی نظر میں نہیں تھا۔ اس کے بعد وہ ملک کے Chief Executive بنے اور کچھ ہی مدت کے بعد صدر مملکت کو بھی فارغ کر کے صدارت کا منصب سنبھالا۔ صدارت کے اس منصب کو جواز دینے کے لئے انہوں نے دو طریقے اختیار کئے اور دونوں غیر آئینی طریقے تھے۔ ریفرنڈم سے خود کو منتخب قرار دینا اور پھر vote of confidence لینا جبکہ ہمارے اصل آئین میں اس کا صدر کے لئے کم از کم کوئی وجود نہیں ہے۔

اب وہ پارلیمنٹ سے خطاب کی رسم بھی پوری کر چکے ہیں اور آج ہم نے اس حوالے سے یہ دیکھنا ہے کہ اس اثناء میں جبکہ ملک پر ان کے اقتدار کا سانحہ گزرا۔ آج ہم کہاں کھڑے ہیں اور ملک کی حالت کیا ہے۔ انہوں نے مذکورہ خطاب کے علاوہ اپنی دوسری تقریروں میں ملک اور اسکی سلامتی کو لاحق کچھ خطرات اور خدشات کی نشاندہی کی ہے۔ ابھی حال ہی میں ایک خاص قسم کے علماء اور مشائخ کی کانفرنس میں بھی انہوں نے ملک کو لاحق خطرات کی نشاندہی کی ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم نے قوموں کی برادری میں اپنے image کو درست نہ کیا' اپنے تاثر کو صحیح نہ کیا تو ہم پر بمباری کا خطرہ بھی ہے' ہماری مغربی سرحد پر حملہ بھی ہو سکتا ہے اور ہمیں تجارتی

پابندیوں کا سامنا بھی کرنا پڑ سکتا ہے۔

ان کے تجزیے کے مطابق یہ کڑی سزائیں جو پاکستان کو مل سکتی ہیں ان کی وجہ عالمی برادری کا یہ تاثر ہے کہ ہم دہشت گرد ہیں۔ ہم نے ایٹمی پھیلاؤ میں حصہ لیا ہے اور القاعدہ اور طالبان کے بہت سے افراد کو پکڑوانے کے باوجود ہم نے ان کے اہم راہنماؤں کو اپنے علاقے میں یا اس کے قریب پناہ دے رکھی ہے۔ یہ ان کا تجزیہ ہے۔ اس سلسلے میں میرے کچھ سوالات ہیں جناب چیئرمین! پہلا سوال یہ ہے کہ ہم پر جو یہ بڑے بڑے الزامات عائد کئے جا رہے ہیں اور ان کے حوالے سے ایک بین الاقوامی تاثر کی خبر ہمیں دی جا رہی ہے اس کی بنیاد کیا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ کیا امریکہ کو عالمی برادری کو ایسے شواہد مل گئے ہیں جن کی وجہ سے یہ الزامات ہم پر عائد کیے جا رہے ہیں۔ صرف یہ وجہ نہیں ہے اور شاید یہ وجہ نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ جناب جنرل نے ایک ڈرے اور سہمے ہوئے بچے کی طرح خود اعتراف جرم کیا ہے۔ ان تمام جرائم کا اقرار انہوں نے خود کیا ہے۔ جب ہم نے واجپائی کے سامنے یہ تسلیم کرلیا کہ آئندہ ہمارے زیر انتظام کسی علاقے سے، کسی سرزمین سے دہشت گردی نہیں ہو گی تو گویا ہم نے یہ مان لیا کہ اس سے پہلے ہمارے علاقے سے دہشت گردی ہوتی رہی ہے۔ جب جنرل صاحب نے خود یہ بیان دیا کہ ممکن ہے اسامہ بن لادن اور ملا عمر پاکستان کے سرحدی علاقے یا اس کے قریب ترین چھپے ہوئے ہوں گے تو انہوں نے گویا انہیں پناہ دینے کا یا ان کے ٹھکانے کا علم ہونے کا اعتراف بھی کر لیا۔ اور جب ہم نے تسلیم کیا کہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان اور ان کی ٹیم ایٹمی پھیلاؤ میں ملوث ہے اور انہوں نے ایٹمی ٹیکنالوجی فروخت کی ہے تو اس پھیلاؤ میں ملوث ہونا بھی ہم نے مان لیا اور تسلیم کر لیا۔ خود ہی اقرار کیا۔

دوسرا سوال جناب چیئرمین! میرا یہ ہے کہ یہ ناکردہ گناہ اپنے سر لینے کا کوئی جواز بھی تھا یا نہیں؟ اس کی کوئی ضرورت بھی تھی یا نہیں۔ So to say امریکن پادریوں کے سامنے رومن کیتھولک انداز میں confession کرنے، اعتراف گناہ کرنے کی آخر ضروت کیا تھی؟ ہم نے عرصے تک یہ موقف اپنایا کشمیر کے بارے میں کہ کشمیریوں کی تحریک حریت indigenous ہے، مقامی ہے، وہ خود چلا رہے ہیں اور یہ بھی ہم نے کہا کہ یہ دہشت گردی نہیں ہے، حریت پسندی ہے اور جہاد ہے۔ ہم امریکہ اور دنیا کو اس پر قائل کیوں نہیں کر سکے؟ یہ کس کی ناکامی

ہے جناب چیئرمین! کیا یہ انہی جنرل صاحب کی ناکامی نہیں جو آج ہمیں نصیحتیں کر رہے ہیں کہ اپنے image کو بہتر بناؤ۔

پھر جناب! ہم اس موقف پر کیوں قائم نہیں رہ سکے کہ ہم اسامہ اور ملا عمر کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ ان امور کے بارے میں یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ امریکہ نے ثبوت ہی کچھ ایسے پیش کئے تھے، کچھ satellite photo ہی ایسے آ گئے تھے کہ جن کا انکار ہمارے لئے ممکن نہیں تھا۔ یہ ثبوت اور یہ photos تو پہلے بھی موجود تھے۔ یہ تو ہمیشہ موجود رہے ہیں مگر ہمارا موقف ان تمام امور کے بارے میں بھی قائم رہا ہے، موجود رہا ہے۔ ان میں ایٹمی پھیلاؤ کے اعتراف کا معاملہ سب سے عجیب ہے۔ جناب چیئرمین! لیبیا، ایران اور شمالی کوریا کہہ رہے ہیں کہ ہم نے ایٹمی technology پاکستان سے نہیں لی۔ انہوں نے یہ بھی کہا، اخبارات گواہ ہیں، record گواہ ہے، کہ ہم نے بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی یا امریکہ کے سامنے پاکستان کا نام نہیں لیا مگر ہم ہیں کہ کہہ رہے ہیں کہ تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو، ہم نے ہی تو تمہیں technology دی تھی، ہم نے ہی دی تھی۔ تمہیں یہ بھول گیا ہے لیکن ہمیں یاد ہے۔

گستاخی معاف کی جائے جناب چیئرمین! لگتا یوں ہے کہ جنرل صاحب نے شاید اچھا بچہ بننے کے شوق میں خود ہی یہ باتیں پہلے مانی ہیں اور لیبیا اور ایران کے حوالے آئے تو بعد میں آئے۔ شاید Camp David کی خلوتوں سے مسحور ہو کر وہ مانتے گئے اور مانتے چلے گئے۔ مگر اب اس کا سارا بوجھ اور سارا وبال ایٹمی پھیلاؤ کا کم از کم ڈاکٹر عبدالقدیر اور ان کی ٹیم پر کیوں ڈالا جا رہا ہے؟ کوئی عقل مند انسان پاکستان کا ہو یا بیرونی دنیا کا ہو یہ ماننے کے لئے تیار نہیں۔ کوئی reasonable انسان یہ بات ماننے کے لئے تیار نہیں کہ یہ کام صرف ڈاکٹر عبدالقدیر نے یا ان کے چند ساتھیوں نے کیا اور اس میں کسی اور کی مرضی اور اجازت شامل نہیں تھی یا مرضی اور اجازت نہیں تو ان کی نگرانی تھی، وہ نگران کیسے نگران تھے، کیسے نااہل نگران تھے کہ جن کے ہوتے ہوئے، جن کی ناک کے نیچے بقول ان کے یہ سب کچھ ہوا اور انہیں کچھ پتا نہیں چلا، ان کو کچھ خبر نہیں ہوئی۔

اب ڈاکٹر عبدالقدیر جیسے محسن قوم کو رسوا کرنے کے لئے ان کے اثاثوں کے حوالے دیے جا رہے ہیں۔ یہ اثاثے پہلے کہاں تھے۔ اس کا علم ان لوگوں کو کیوں نہیں تھا؟ کہا یہ جا رہا

ہے کہ وہ 6000 سائنسدانوں میں سے ایک ہیں۔ میں گزارش کروں گا جناب! وہ چھ ہزار میں نہیں، کروڑوں میں ایک ہیں بلکہ دنیا میں ایک ہی عبدالقدیر ہے۔ ایسے عبدالقدیر پر اور ان کی ٹیم پر جنہوں نے پاکستان کے دفاع کے لئے ناقابل فراموش کردار ادا کیا ہو، میں یہ کہوں گا کہ ان کی آن پر اور ان کی عزت پر سینکڑوں جرنیل قربان کیے جا سکتے ہیں۔

(اس موقع پر معزز ایوان میں ڈیسک بجائے گئے)

پروفیسر ساجد میر: میرا تیسرا سوال جناب چیئرمین! یہ ہے کہ اگر ہم نے یہ گناہ کیے ہیں۔ جن کا حوالہ جناب جنرل، دے رہے ہیں تو ان کا ذمہ دار کون ہے؟ کشمیر میں جہاد جسے آپ نے دہشت گردی تسلیم کر لیا ہے، اس کا سرپرست کون تھا؟ طالبان کس کی تخلیق ہے؟ انہیں اور القاعدہ کو کون train and support کرتا رہا ہے؟ ایٹمی پروگرام کا نگران کون تھا؟ سول حکومتیں تھیں یا فوجی لوگ اور جرنیل تھے؟ جیسے میں نے کہا اگر انہیں ایٹمی پھیلاؤ کی نہیں تو بے خبری اور غفلت کی سزا ضرور ملنی چاہیے۔

چوتھا سوال یہ ہے جناب چیئرمین! کہ اگر آج پاکستان، ہمارا وطن عزیز سابقہ اور موجودہ جرنیلوں کی بنائی ہوئی اور چلائی ہوئی پالیسیوں کی سزا پا رہا ہے یا بقول ان کے اسے ملنے والی ہے تو وہ آج بھی، وہ آج بھی اپنے آپ کو عقل کل کیوں سمجھتے ہیں، کیوں کہتے ہیں؟ بار بار انہوں نے کہا ہے کہ بس سارے معاملات مجھ پر چھوڑ دو، اللہ بھلا کرے گا۔ جناب فرد واحد اتنے گھمبیر اور مشکل حالات سے خواہ وہ کتنا ہی قابل اور لائق کیوں نہ ہو، کتنا ہی عقل کل کیوں نہ وہ اپنے آپ کو سمجھے، اتنے گھمبیر حالات سے فرد واحد عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ قومی سلامتی کو لاحق خطرات کی نشاندہی کی جا رہی ہے، اس قومی سلامتی کے لئے قومی یکجہتی ضروری ہے۔ تفریق اور تقسیم کی پالیسی کو چھوڑنا ضروری ہے۔ یہ مقبول سیاسی جماعتیں اور مقبول سیاسی leadership ہوتی ہے جناب! جو قوموں میں جذبہ اور ولولہ پیدا کرتی ہے، جو قوم کو galvanize کرتی ہے، جو خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے challenges سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اس کو تیار کرتی ہے۔ آپ challenges کا نام بھی لیتے ہیں، خطرات کی نشاندہی بھی کرتے ہیں، تفریق اور تقسیم کی پالیسی بھی آپ نے اپنا رکھی ہے، سیاسی جماعتوں کو جو اپنی roots عوام میں رکھتے ہیں ان کو

کام کرتے دیکھنا بھی نہیں چاہتے اور مقبول سیاسی leadership کا راستہ بھی روکتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ ملک خطرات سے دو چار ہے۔

پانچواں سوال یہ ہے جناب چیئرمین! کبھی ہمارے ان جرنیلوں نے غور کیا، رات کی تنہائیوں میں کبھی سوچا کہ کشمیر، ایٹمی اثاثوں اور افغانستان کے بارے میں معمولی خدشہ کسی حکومت سے لاحق ہوتا تھا تو اس کا تختہ الٹا دیا کرتے تھے۔ اب یہ خود ہی مکمل طور پر پالیسیاں تبدیل کر رہے ہیں۔ کوئی regret، کوئی پشیمانی ہوئی تختے الٹانے پر! کبھی انہوں نے سوچا کہ وہ غلط کرتے رہے ہیں۔ شاید اب بھی انہیں اس کا موقع نہیں ملا۔

چھٹا سوال یہ ہے جناب چیئرمین! کہ 9/11 کے واقعات کے بعد جو امریکہ میں ہوئے پاکستان کی سپر اندازی سے، پاکستان کے، ایک ہی فون پر، ڈھے جانے سے ہمیں بالآخر کیا ملا۔ بڑی داد کے ڈونگرے برسائے گئے۔ جنرل صاحب کے اس اقدام کو حکمت اور تدبر پر مبنی قرار دیا گیا حالانکہ یہ purely، خالصتاً خوف پر مبنی تھا، اس میں کوئی حکمت اور کسی فلسفے کا دخل نہیں تھا۔ بہرحال کہا یہ گیا کہ سپر اندازی کا، تسلیم کا، "سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے" یہ انداز اپنانے سے ہمیں معاشی فوائد بھی ملیں گے، مسئلہ کشمیر بھی کشمیریوں کی خواہش اور ہمارے مفاد کے مطابق حل ہوگا اور ہمارے ایٹمی اثاثے بھی محفوظ ہوں گے، یہ باتیں، یہ دعوے ریکارڈ پر ہیں کہ ہم نے یہ موقف اس لئے اپنایا، اس لئے امریکہ کی ساری باتیں مانیں افغانستان کے سلسلے میں۔ مگر جناب چیئرمین! ان میں سے کچھ بھی تو نہیں ہوا۔ کچھ بھی نہیں ہوا اور آج خود جنرل صاحب یہ اعتراف کر رہے ہیں کہ امریکہ کی ساری باتیں ماننے کے باوجود وہ ہماری آدھی بھی نہیں مان رہا۔ اسی لئے تو ہمیں یہ خطرات لاحق ہیں۔ اسی لئے تو ہماری قومی سلامتی کو خطرہ درپیش ہے۔ ہمارے جرنیل صاحب تو بش سے یہ بھی نہ کہہ سکے کہ

"بندہ پرور کوئی خیرات نہیں،
میں وفاؤں کا صلہ مانگتا ہوں"

ساتواں سوال جناب چیئرمین! یہ ہے-----

جناب چیئرمین، وقت کا بھی خیال رکھیئے۔

جناب ساجد میر : جی جس طرح باقی لوگوں نے رکھا میں بھی انشاء اللہ رکھوں گا۔

ساتواں سوال یہ ہے کہ کیا قومی سلامتی کو صرف وہی خطرات لاحق ہیں جن کی نشاندہی جنرل صاحب نے کی ہے۔ میرے خیال میں اس کے علاوہ بھی کچھ خطرات ہیں۔ ہمارا بین الاقوامی image صرف اس لئے خراب نہیں، صرف اس لئے خراب نہیں کہ ہم پر دہشت گردی کا الزام ہے یا ایٹمی پھیلاؤ کا الزام ہے۔ہمارا image اس لئے بھی خراب ہے کہ یہاں سیاسی نظام کو، جمہوریت کو، جڑ پکڑنے نہیں دی گئی۔ جناب! دولت مشترکہ اور یورپی یونین کا جو موقف ہے پاکستان کے سیاسی system اور حالات کے بارے میں وہ ان الزامات کے بعد نہیں بنا، اس کی بنیاد، دولت مشترکہ کی رکنیت نہ ملنے کی بنیاد ہے، اس میں کیا فائدہ ہے اور کیا نہیں ہے اس بحث میں میں نہیں پڑوں گا لیکن حکومت کی خواہش ہے اور وہ اس خواہش کا اظہار کر چکی ہے کہ ہم رکن بننا چاہتے ہیں۔ کیوں نہیں بننے دیا گیا؟ یورپی یونین نے کیوں پاکستان کے خلاف ایک موقف اختیار کیا ؟ اس کی وجہ دہشت گردی نہیں تھی، اس کی وجہ ایٹمی پھیلاؤ نہیں تھا، اس کی وجہ صرف اور صرف یہ تھی کہ ان کے خیال میں ، ان کی assessment میں، ہمارے دوست جس کو آج جمہوریت کہہ رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ اس نظام کو چلنا چاہیے اور پھلنا پھولنا چاہیے، ان کی نظر میں نہ یہ جمہوریت ہے، نہ یہ کوئی نظام ہے۔ پاکستان کا image درست کرنا چاہتے ہیں ، بڑی اچھی بات ہے تو سیاسی جماعتوں اور لیڈروں میں pick and choose کا سلسلہ بند کریں ۔ Election results تبدیل کرنے، rig کرنے، GHQ میں انہیں کچھ کا کچھ بنانے کا سلسلہ بند کریں۔ مرضی کی حکومتیں قائم کرنے کی بجائے عوام کو اپنی مرضی کرنے دیں ۔

میرے محترم دوست محمد علی درانی صاحب اپنی بات کہہ کر چلے گئے ہیں ۔ انہوں نے سیاستدانوں کی خامیوں کو خوب اجاگر کیا اور directly and indirectly دونوں طریقوں سے جنرل صاحب کی اور جرنیلوں کی بالعموم تحسین کی۔ ان کی خوبیاں گنوائیں۔ میرے نزدیک جرنیلوں کی سب سے بڑی خوبی اگر ہے تو یہ ہے کہ وہ اپنے پیٹی بند بھائیوں کا ساتھ دیتے ہیں اور سیاستدانوں کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ وہ اپنے ہی قبیلے کی ہجو اور ان میں سے کچھ لوگ جرنیلوں کی قصیدہ گوئی کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالقدیر نے اگر کوئی اعتراف

کیا تو انہوں نے اس کے ساتھ مرزا اسلم بیگ کا اور جہانگیرکرامت کا نام لیا۔ لیکن اسی ملے فوجی اور حکومتی ترجمان نے کہا کہ انہوں نے کہا تو ہے لیکن یہ ثابت نہیں ہو سکا' جو اپنے بارے میں کہا وہ ثابت ہوگیا اور جرنیلوں کے بارے میں کہا وہ ثابت نہیں ہو سکا۔ یہ واحد مثال نہیں' یہ تو وہ لوگ ہیں جنھوں نے یحییٰ خان جیسے ملک توڑنے والے کو قومی پرچم میں لپیٹ کر اور توپوں کی سلامی دے کر رخصت کیا تھا۔ اور یہ تو بڑی باتیں ہیں جنرل صاحب نے اپنے اونچے مکان سے نیچے ہو کر یہ بھی کہا کہ وہ لاہور کا نذیر کانسٹیبل سراسر خطا کا پتلا تھا اور جس جرنیل کی family کو اس نے check کیا' وہ فرشتے تھے اور ان فرشتوں کو چیک کرنا اس کی بہت بڑی غلطی تھی ۔ درانی صاحب اور ان کے ساتھیوں کو جرنیلوں کی آنکھ کا شہتیر تو نظر نہیں آتا' سیاستدانوں کی آنکھ کا تنکا نظر آتا ہے ۔ کسی نے کیا خوب کہا تھا۔

اپنے آگے ہمیں سجا لیجیے ریت کی بوریاں ہیں ہم سرکار

شوق سے فیصلے سب آپ کریں سنگ باری سہیں گے ہم سو بار۔

یہ ہمارے وہ سیاستدان ساتھی ہیں جنہیں فیصلہ سازی میں کوئی اہمیت نہیں لیکن ان کے دفاع میں ریت کی بوریاں پیش پیش ہیں ۔ انہیں بیرون ملک کچھ لوگوں کے محل اور کاروبار تو نظر آئے ' جرنیلوں کے پلاٹ اور مربعے نظر نہیں آئے۔ ان کی سیاسی کرپشن جو سب سے بڑی کرپشن ہے آئین کو توڑنا ' اپنی مرضی کے الیکشن ' ان کے results تبدیل کرنا ' اپنی مرضی کے لوگوں کو آگے لانا' اس سے بڑی کرپشن اور کوئی نہیں ہوسکتی۔ مالی کرپشن سے بڑی کرپشن یہ ہے ۔ انہیں یہ نظر نہیں آئی۔ انہیں سپریم کورٹ پر حملہ تو یاد ہے ' PCO یاد نہیں اور جسٹس سعید احمد صدیقی کے گھر کا محاصرہ یاد نہیں جو ان پر PCO منوانے کے لئے کیا گیا۔ Treasury benches کی ایسی ہی تقریروں کے بعد جناب چیئرمین' مقرر پھر جا کر اپنے ممدوح سے ملتا ہے کہتا ہے کہ

زمیں سے پھول لئے آسماں سے تارے لئے۔

تو جب کوئی غزل موزوں ہوئی تمہارے لئے

جناب چیئرمین۔ تقریر ختم کریں' پروفیسر صاحب' آپ کا ٹائم ختم ہو چکا ہے اور بھی

کافی مقرر ہیں۔

جناب ساجد میر۔ PCO زدہ عدلیہ اور اس کے فیصلوں نے ملکی وقار میں کیا اضافہ کیا؟ پاکستان کے image کی بات کرتے ہیں ۔ یہاں صورتحال یہ ہے کہ Chief Executive کی تہمت جمالی صاحب پر ہے اور واجپائی serious اورسنجیدہ مذاکرات، جنرل صاحب سے کرتے ہیں ، واجپائی صاحب، جمالی صاحب کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں ۔ Image کی بات کرتے ہیں۔ پارلیمنٹ موجود ہے۔ ایٹمی اثاثوں کے بارے میں، ایٹمی سائنسدانوں کے بارے میں، کشمیر کے بارے میں، ہر issue کے بارے میں فیصلے کسی اور forum سے ہو رہے ہیں جو کابینہ سے بھی بالا تر ہیں۔

جناب چیئرمین: تشریف رکھیئے جی۔ آپ کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

جناب ساجد میر : Image چاہتے ہیں، جمہوریت لائیں، صوبوں کو حقوق دیں۔ پارلیمنٹ اور کابینہ کو با اختیار بنائیں۔ عوام کی حالت بہتر بنائیں۔ فرد واحد خصوصاً جرنیل اس ملک کے دکھوں کا مداوا نہیں ہے۔ استاد دامن نے کہا تھا، پنجابی ہے، آخر میں عرض کروں گا۔ آپ انشاء اللہ سمجھ لیں گے۔

انہاں جراحاں نے کی علاج کرنا
مرہم اس پاسے پھوڑا اس پاسے
اساں منزل مقصود پہنچنا کی
ٹانگہ اِس پاسے گھوڑا اُس پاسے

شکریہ۔

جناب چیئرمین: تشریف رکھیئے، جی گلشن سعید صاحبہ۔

پروفیسرعفور احمد : جناب چیئرمین! بہت سے مقررین باقی ہیں۔ میری دست بستہ گزارش یہ ہے کہ اجلاس کواس وقت ملتوی کرنا ہی بہتر ہے۔ لوگ یہاں پانچ بجے سے بیٹھے ہوئے ہیں اور میری گزارش یہ ہے ۔

جناب چیئرمین : میں بھی آپ کے ساتھ بیٹھا ہوا ہوں۔ سب سے زیادہ تو میں یہاں

بیٹھا ہوں۔

پروفیسر غفور احمد: شام کا اجلاس ذرا جلدی ختم کر دیا کریں۔ اگر آپ کے پاس زیادہ مقررین ہیں تو صبح، شام دو دفعہ ہاؤس بلا لیا کریں۔ ابھی ہمارے پاس تین دن ہیں۔ صبح، شام اجلاس بلائیں۔ میرے خیال میں یہ بڑی زیادتی ہے کہ اب ساڑھے دس بج رہے ہیں اور پانچ بجے اجلاس شروع ہوا تھا۔ اسے دس بجے ختم ہو جانا چاہیے۔

جناب چیئرمین: مقرر بہت ہیں جی، آپ نے خود ہی timing fix کئے ہیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں، جیسے آپ چاہیں۔

پروفیسر غفور احمد: ہم دن میں دو sittings کر سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین: گلشن سعید صاحبہ، نہیں ہیں۔ خالد رانجھا صاحب، نہیں ہیں، عابدہ سیف صاحبہ۔

مسز عابدہ سیف (ایڈووکیٹ): شکریہ جناب چیئرمین! میں ایک شعر سے شروع کرتی ہوں۔

روشن کہیں بہار کے امکاں ہوئے تو ہیں
گلشن میں چاک چند گریباں ہوئے تو ہیں
ٹھہری ہوئی ہے شب سی سیاہی وہیں مگر
کچھ کچھ سحر کے رنگ پر افشاں ہوئے تو ہیں

جناب چیئرمین! میں بے حد ممنون اور مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا۔ میں صدر پاکستان جناب پرویز مشرف صاحب کو پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرنے پر دلی مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ صدر پاکستان کا خطاب تاریخ ساز، نہایت مدلل اور جامع تھا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ صدر پاکستان نے بحالی جمہوریت کے متعلق قوم سے کئے ہوئے تمام وعدے پورے کر دیئے اور جمہوریت کی بحالی کا عمل نہ صرف مکمل کر دیا بلکہ تمام آئینی تقاضے بھی پورے ہو چکے ہیں۔ اب جمہوری عمل اور جمہوریت کی تکمیل میں کوئی ابہام باقی نہیں رہا۔ جمہوریت کے مستحکم ہونے سے دیگر اداروں کے ساتھ ساتھ پاکستان کی معیشت بھی مستحکم

ہو گی۔ جناب چیئرمین! صدر پاکستان نے اپنی تقریر میں ملک کو درپیش مشکلات کا نہ صرف ذکر کیا بلکہ ان کا حل اور آئندہ کا لائحہ عمل بھی بیان کیا اور ایسے راہ نما اصول بیان کئے--------

Dr. Muhammad Akbar Khawaja: Mr. Chairman, I would like to draw your attention to the quorum of the House please. We have one MNA also.

Mr. Chairman: We have two MNAs.

مسز پری گل آغا: جناب چیئرمین! جب ہماری باری آتی ہے تو یہ quorum point out کرتے ہیں۔

Mr. Chairman: Whatever the House decides. Yes, Wasim Sajjad Sahib.

جناب وسیم سجاد: جیسے معزز ممبر نے move کیا ہے اور ہمارے ممبران کا خیال یہی ہے کہ دیر ہو گئی ہے تو یہ adjourn کر لیجئے۔

Mr. Chairman: So, we now adjourn the House to meet again on Wednesday at 3.00 p.m.

[Then the House was adjourned to meet again on Wednesday at 3.00 p.m.]